الہدیٰ (200)

سورۃ النساء (آیات 43 تا 45)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَلِیًّا ۙ وَّكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِیْرًا ﴿۴۵﴾﴾

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (اُن الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔ اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کرلو۔ ہاں اگر بحالتِ سفر رستے چلے جا رہے ہو (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کر سکو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو)۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کرلو۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا تھا کہ وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی رستے سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے اور اللہ ہی کافی کارساز اور کافی مددگار ہے۔''

سورۃ البقرۃ میں آیا تھا کہ آپ سے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کے بارے میں تو بتایا گیا کہ ان میں بڑے نقصان ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ تو یہاں شراب کی برائی کو ایک مرتبہ اور اجاگر کیا گیا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس سلسلہ میں کچھ واقعات بھی پیش آئے۔ ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی کہ ایک صاحب نے نشے کی حالت میں نماز پڑھائی اور ''لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' کی بجائے ''اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' پڑھ گئے، گویا کلمہ کفر کہہ دیا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اُس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک نشہ اتر نہ جائے، یعنی جو کچھ تم کہہ رہے ہو اُسے سمجھ بھی رہے ہو۔ اس میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ نماز میں نہ تو الفاظ غلط ملط پڑھنے چاہئیں اور نہ ہی سمجھے بغیر الفاظ کی ادائیگی ہونی چاہیے۔ قرآن کہہ رہا ہے: ﴿حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم زبان سے کیا کہہ رہے ہو۔ اب دیکھیے جنہیں قرآن کے معنی نہیں آتے، نماز کے معنی نہیں آتے انہیں کیا پتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

اسی طریقہ سے اگر تم حالت جنابت میں ہو یا اپنی بیویوں سے مباشرت کی ہو یا احتلام وغیرہ کی صورت حال ہوگئی ہو تب بھی تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک تم غسل نہ کرلو۔ ہاں سفر کی حالت میں اس غسل کی پابندی میں کچھ نرمی کی گئی ہے اور تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔

اور اگر تم بیمار ہو اور نہانے سے بیماری کے بڑھنے کا اندیشہ ہے یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے بعد آیا ہو اور تمہیں پانی نہ ملے مگر غسل واجب ہو جائے تو تیمم کرلیا کرو۔ تیمم کا معنی ہے قصد کرنا۔ یعنی پاک مٹی کا قصد کرو۔ اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ عفو ہے، یعنی بہت معاف کرنے والا ہے۔ یہ وہی لفظ ہے جو لیلۃ القدر کی دعا میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي۔ کہ اے اللہ تو عفو ہے، تو ہے ہی معاف فرمانے والا، پس مجھے معاف فرما دے!

شریعت کے مختلف احکام بیان کرنے کے بعد یہاں تھوڑا سا ذکر اہل کتاب کے بارے میں آیا ہے: کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا۔ ''الکتاب'' تو ایک حقیقت کلی ہے، جس میں سے ایک حصہ جس کا نام تورات تھا اور پھر ایک حصہ جس کا نام انجیل تھا وہ دیا گیا۔ پھر وہ کتاب ہر اعتبار سے کامل ہو کر قرآن کی شکل میں نازل ہوئی۔ یہ اہل کتاب گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ۔ مشرکین مکہ لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے قصہ گو اور گانے والیوں کو لاتے تھے۔ یہودیوں نے اسی طرح کے ہتھکنڈے مدینہ میں استعمال کیے تاکہ لوگ حق سے دور رہیں، جس طرح ہمارے ہاں matches ہو رہے ہیں اور ٹی وی پر دکھائے جا رہے ہیں۔ کرکٹ ہے، ٹینس ہے وغیرہ۔ اور لوگ اس لہو ولعب پر پروانہ وار گر رہے ہیں، پاگل ہو رہے ہیں۔ شیطان کو اور کیا چاہیے؟ بس یہ کہ لوگوں کی نگاہ حقائق سے دور رہے۔ انسان کا مقصد حیات کیا ہے؟ موت کے بعد کیا ہونا ہے؟ اس کی کوئی فکر نہیں۔ پھر کھلاڑی ہیں تو اُن کو بڑے بڑے انعامات مل رہے ہیں، اتنے بڑے کہ عام لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور ان کھلاڑیوں کو قومی ہیرو کا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہی لہو ولعب ہے۔

وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں سیدھے راستے سے منحرف کر دیں، اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب آگاہ ہے، اور وہ کافی ہے تمہارے لیے ولی اور پشت پناہ۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اسی صورت میں ہوگا جب تم اُس کا کہنا مانو گے۔ اور اللہ ہی مددگار ہونے کے اعتبار سے کافی ہے۔

فرمانِ نبویؐ

جائز کام کے لیے سفارش کرنا

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِی مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّآئِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ: ((اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَیَقْضِیَ اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَآءَ))(متفق علیه)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ کے پاس جب کوئی سائل (عطیہ لینے کے لیے) یا حاجت مند آتا تو آپؐ لوگوں سے فرماتے: ''تم (اس کے بارے میں مجھ سے) سفارش کرو۔ (میں تمہاری سفارش قبول کروں یا نہ کروں لیکن بہرحال) تمہیں اجر وثواب ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے فیصلہ فرماتا ہے۔''

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 7/9/05
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — یکم تا 7 ستمبر 2005ء — 26 رجب المرجب تا یکم شعبان المعظم 1426 — شمارہ 32

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اسلام آباد اور کینٹ کے علاقوں کو چھوڑ کر بقیہ تمام پاکستان میں بلدیاتی انتخابات کے دونوں مراحل مکمل ہو گئے ہیں اور نتائج بھی آ چکے ہیں جن کے مطابق سرکاری لیگ کو اکثر حلقوں میں برتری حاصل ہے۔ ہمیں انتخابات سے اِس سے زیادہ دلچسپی نہیں کہ یہ پاکستان کی تاریخ کا حصہ بنیں گے اور نتائج سے ہم اِس لیے بے پرواہ ہیں کہ کسی گروپ سے ہمارے مفادات وابستہ نہیں ہیں' لیکن اِس بات کا جائزہ لینا ہمارا فرض ہے کہ اِن انتخابات نے بھنور میں پھنسی ہوئی اِس قوم پر مثبت یا منفی کیسے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ یہ انتخابات بھنور کی گرہ کھولنے میں مدد دیں گے یا اور الجھا دیں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم قوم کو کوئی خوشخبری نہیں دے سکتے۔ ''اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی'' کے مصداق قومی سطح پر ہمارے ہر قول اور ہر فعل میں کجی اور ٹیڑھ موجود ہے۔ بات کو توڑ مروڑ کر کہنے کی بجائے اگر سیدھے سادے الفاظ میں کہی جائے تو وہ یہ ہے کہ ہمارے قومی جسد کے انگ انگ میں منافقت رچ بس گئی ہے۔ اعلان کیا گیا کہ یہ انتخابات غیر جماعتی ہوں گے لیکن حکومت اور اپوزیشن دونوں نے انتخابات میں جماعتی سطح پر جس طرح صف بندی کی وہ کوئی راز کی بات نہیں۔ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر یکے بعد دیگرے اس طرح کہ اعلانات ہوئے تھے جن میں سے ایک میں جماعتی وابستگی پر الیکشن کمیشن کی طرف سے سزا کا اعلان ہوتا تھا اور دوسرے میں حکومتی امیدوار کا بلا جھجک نام لیا جاتا تھا۔ اِس منافقت کا دوہرا نقصان ہوا' ایک تو غیر جماعتی کی چھاپ سے اصول اور نظریہ کی بجائے ذات اور برادری ازم مخالفت اور حمایت کے لیے بنیاد بنے' دوسرا یہ کہ بعد از انتخابات برساتی مینڈکوں کو اِدھر سے اُدھر پھدکنے میں آسانی رہے گی اور لوٹا کریسی کو مزید تقویت حاصل ہوگی۔

یوں تو دھاندلی کے الزامات سے پاکستان کے شاید ہی کوئی انتخابات محفوظ رہے ہوں لیکن اِس مرتبہ زیادہ زوردار انداز میں یہ الزامات لگے۔ ہم اِس پوزیشن میں نہیں کہ فیصلہ کر سکیں کہ الزامات غلط ہیں یا درست' البتہ ماضی کا تجربہ بتاتا ہے کہ غیر شفاف اور دھاندلی سے آلودہ انتخابات ہمیشہ پاکستان اور سیاسی جماعتوں کی ٹوٹ پھوٹ کی بنیاد بنے اور ہم انتخابات کا اصل مقصد یعنی سیاسی استحکام حاصل کرنے میں ناکام رہے اور وقت نے ہمیں یہ درس بھی دیا کہ پولیس گردی سے جیتے جانے والے انتخابات خود حکومت کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ خصوصاً صوبہ سندھ سے دھونس اور دھاندلی کی بہت سی شکایات موصول ہوئی ہیں۔ ایسی شکایات پاکستان میں ہمیشہ اپوزیشن کو رہیں۔ لطف کی بات ہے اِس مرتبہ خود حکومتی جماعت کے منتخب نمائندے ایک دوسرے پر دھاندلی کے الزامات لگا رہے ہیں اور قومی اسمبلی کے سپیکر بھی اِس الزام سے بچ نہیں سکے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ پہلے چوبیس سال میں جمہوریہ پاکستان میں انتخابات کا انعقاد ہی ممکن نہ ہو سکا۔ پھر 1970ء سے آج تک پے در پے انتخابات ہوئے لیکن اِس پریکٹس کا نتیجہ کیا نکلا کہ انتخابات کی کریڈیبلیٹی ہی ختم ہوگئی اور عوام کا ووٹ پر اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ مزاحیہ انداز میں کہا جاتا ہے کہ ووٹ ڈالو ایک طرف' نکلتا دوسری طرف سے ہے۔ انتخابات کے بعد پیر پگارو کا یہ مشہور جملہ ''فرشتوں نے بھی ووٹ ڈالے'' اب ہر طرف سے سننے میں آتا ہے۔ ماضی کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ فوجیوں کا قائم کردہ جمہوری نظام اِن کی رخصتی کے ساتھ ہی زمین بوس ہو جاتا ہے۔ مشرف نے بھی اپنی اِس حقیقی جمہوریت کا آشیانہ شاخِ نازک پر قائم کیا ہے۔ یہ آشیانہ عوامی اور جمہوری بنیادیں نہیں رکھتا اور محض وردی کے سہارے قائم ہے۔ وردی یا وردی والے کے جاتے ہی یہ نظام بھی تنکوں کی طرح بکھر جائے گا۔ ہم آخر میں اِس حقیقت کا بھی انتہائی دکھ سے اظہار کرنے پر مجبور ہیں کہ اِس جمہوری تماشے نے ایم ایم اے کے اتحاد میں بھی دراڑیں ڈال دی ہیں۔ اتحاد کی دو بڑی جماعتیں لوکل باڈیز کے اِن انتخابات میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تین سالہ اقتدار کے باوجود توقع سے بہت کم کامیابی ملی۔ اب پشاور کی ضلعی نظامت حاصل کرنے کے لیے جماعت اسلامی اے این پی سے جوڑ توڑ کر رہی ہے اور جے یو آئی شیر پاؤ سے مذاکرات کر رہی ہے اور دیکھنے والے پریشان ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ ایک ضلع کی نظامت کے لیے دست و گریبان ہونے والوں کو بالفرض کل کلاں (باقی صفحہ نمبر 16 پر)

بالِ جبریل کی دسویں غزل

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی!
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا' نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی' وہاں جینے کی پابندی

حجاب اکسیر ہے آوارۂ کوئے محبت کو
مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ وبیاباں میں
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟

زیارت گاہِ اہلِ عزم وہمت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی!

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو!
کہ فطرت خودبخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

1۔ اس شعر میں اقبال نے عشق کی اہمیت اور قدر و قیمت واضح کی ہے۔ کہتے ہیں کہ محبوب کے حصول کی آرزو سے انسان کے دل میں درد و سوز کی جو کیفیت پیدا ہو جاتی ہے' وہ عاشق کی نظر میں اتنی قیمتی ہوتی ہے کہ اُس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مقامِ بندگی (آرزومندی) کے عوض' اگر مجھے شانِ خداوندی بھی ملے تو قبول نہ کروں۔ اس شعر میں ''مقامِ بندگی'' سے شانِ نیاز اور شانِ خداوندی سے ''مرتبۂ ناز'' مراد ہے۔ اقبال یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرتبۂ نیاز' مرتبۂ ناز سے زیادہ دلکش ہوتا ہے۔ اس مصرع میں ''شانِ خداوندی'' سے شانِ الوہیت مراد نہیں ہے۔

2۔ اقبال نے آزاد بندوں کی صفت بیان کی ہے۔ ''آزاد'' وہ ہے جو کسی قسم کی پابندی گوارا نہ کرے۔ گویا وہ عاشقِ صادق مراد ہے جو کائنات میں کسی غیر کی طرف سے عائد کردہ پابندی کو قبول نہ کرے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اے خدا! سچی بات تو یہ ہے کہ تیرے آزاد بندے یعنی وہ بندے جو تیری محبت کی قید میں ہیں' اُن کے اندر قیود و حدود سے اس درجہ بُعد پیدا ہوگیا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ نہ یہاں خوش رہ سکتے ہیں نہ وہاں' کیونکہ یہاں مرنے کی پابندی ہے اور وہاں جینے کی پابندی ہے۔

3۔ اے خدا! جب میں غور کرتا ہوں تو تیری دیر پیوندی (دیر سے مانوس ہونا) عاشق کے حق میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے' کیونکہ تو جس قدر مجھ سے اجتناب کرتا ہے' اُسی قدر تجھ سے ملنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔

4۔ شاہین چونکہ پرندوں کا درویش ہے اور آشیاں بندی کو اپنے لیے موجب ذلت سمجھتا ہے' اس لیے وہ بڑی آسانی کے ساتھ پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے اندر شانِ درویشی پیدا کر لیتا ہے' وہ علائقِ دنیوی سے پاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگیاں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ ان کے حجرے میں ایک چٹائی اور ایک مٹی کے گھڑے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی' اس کے باوجود لوگ اُن کا احترام بادشاہوں سے بھی زیادہ کرتے تھے۔

5۔ اقبال کہتے ہیں کہ جذبۂ عشق جس کی بدولت انسان خوشی خوشی اپنا گلا چھری تلے رکھ دیتا ہے' کالج کی تعلیم سے پیدا نہیں ہوسکتا' بلکہ یہ نعمت مرشدِ کامل کی نظر سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اندر یہ شیوۂ تسلیم و رضا' کتابوں کے مطالعے سے پیدا نہیں ہوا' بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحبت میں رہنے سے یہ مقام حاصل ہوا۔

صحبت اور نظر ایک ہی چیز ہے' اور اس کے بغیر تزکیۂ نفس نہیں ہوسکتا' عام بزرگانِ دین نے مرشد کی صحبت کو تکمیل دین کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ اسی لیے اقبال نے اپنی ہر تصنیف میں صحبتِ مرشد کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا ہے۔ وہ صاحبِ مثنویٔ مولوی معنیٰ' مولانا جلال الدین رومی کو اپنا مرشد خیال کرتے ہیں۔ اس موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر یوسف سلیم چشتی فرماتے ہیں: 'اگر انسان اپنا تزکیۂ نفس خودبخود کر سکتا تو اللہ کی مشیت کے مطابق بعثتِ انبیاء کا سلسلہ قائم نہ ہوتا۔ محض کتاب آسمان سے نازل ہو جایا کرتی' لیکن ایسا نہیں ہوا' بلکہ قرآن حکیم کی واضح آیات کی رُو سے تزکیۂ نفوس انبیائے کرام علیہم السلام کے فرائض میں داخل ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ...... ﴾ (الجمعة:2) ''اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا' جو اُن کو آیاتِ الٰہی پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کا تزکیۂ نفس کرتا ہے......''

6۔ چونکہ میں نے مسلمانوں کو ترقی اور سربلندی کا راز بتا دیا ہے' اس لیے مجھے اللہ کے فضل و کرم سے امیدِ واثق ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر' زیارت گاہ بن جائے گی۔ اہل عزم و ہمت' یعنی دین دار مسلمان مجھے دعائے خیر سے یاد کیا کریں گے' اور دور و نزدیک سے لوگ میری قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے آیا کریں گے۔

''رازِ الوندی'' کنایہ ہے سربلندی سے' کیونکہ ''الوند'' ایک بلند پہاڑ کا نام ہے جو ایران میں واقع ہے۔

7۔ حُسنِ معانی کو میری مشاطگی اور آراستگی کی ضرورت نہیں ہے' دیکھ لو' گل لالہ اپنی زیبائش کے لیے کسی انسانی ہاتھ کا محتاج نہیں ہے' فطرت خود اس کی تزئین کرتی ہے۔ اسی طرح حقائق و معارف' خواہ علمی ہوں یا مذہبی' اپنی اثر آفرینی یعنی لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے کے لیے کسی انسان کی کوشش کے محتاج نہیں ہیں۔ سچی بات خود دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔

منبر و محراب

مرتبہ صدیقیت کے بنیادی اوصاف اور بدترین انسانی خصائل

سورۃ اللیل کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کے 19 اگست کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج ہم سورۃ اللیل کا مطالعہ کریں گے۔ پچھلے جمعہ اس سے ماقبل سورۃ الشمس کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ دونوں جڑواں سورتیں ہیں۔ یعنی دونوں سورتوں میں ایک ظاہری مشابہت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ دونوں کے آغاز میں قسمیں ہیں۔ ان قسموں میں متضاد اور متقابل چیزوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ یعنی دن اور رات' روشنی اور تاریکی' زمین اور آسمان وغیرہ۔ اس سورت میں ایک اضافی جوڑ آ رہا ہے' نر اور مادہ۔ معنوی اعتبار سے بھی دونوں میں مشابہت ہے۔ چنانچہ سورۃ الشمس کا اصل مضمون یہ تھا کہ انسان کا نفس اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور صناعی کا ایک بہت بڑا مظہر ہے۔ اس میں جو Capacity ہے' جو استعدادات اور صلاحیتیں ہیں' اگر انہیں درست طور سے استعمال کرے تو فرشتوں سے فروتر مقام کو پالے' اور اگر انہیں غلط طور پر استعمال کرے تو دوسری انتہا کی طرف چلا جائے' کہ اس کے کردار کو دیکھ کر درندے بھی شرمائیں۔ اسی مضمون کو سورۃ اللیل میں بھی واضح کیا گیا ہے یعنی خیر کی طرف جانے والے راستے کی نشانیاں کیا ہیں؟ انسان کے اندر وہ کون سے اوصاف ہیں کہ جن کو اگر وہ ترقی دے تو وہ صراطِ مستقیم کی طرف جا سکتا ہے اور خیر کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ نفس کی کون سی بیماریاں ہیں' جن پر اگر انسان قابو نہ پائے' اور وہ اس کے اندر جڑ پکڑ لیں تو پھر وہ بدترین انجام کی طرف لے جانے والی ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ کی آخری آیات کے بارے میں مفسرین کا اجماع ہے کہ ان آیات کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ عمومی طور پر ہر انسان کو بتایا گیا ہے کہ اگر وہ خیر کے راستے پر چلنے لگے اور فطرت کے راستہ کو اختیار کر لے تو صدیقیت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کر سکتا ہے' جو ایمان و تقویٰ کے اعتبار سے چوٹی کا مقام ہے۔ جیسے آنحضور ﷺ کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" اسی طرح پوری امت کا اجماع ہے کہ آنحضور ﷺ کے بعد انسانوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے اونچا ہے۔ بہرحال اس سورۂ مبارکہ میں صدیقیت کے اجزائے ثلاثہ زیر بحث آئے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ تین بنیادی اوصاف جن سے انسان اس اعلیٰ مقام تک پہنچ سکتا ہے وہ اس سورۂ مبارکہ کا خاص موضوع ہے' جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

اب ہم اس کا مطالعہ شروع کرتے ہیں۔ ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۝﴾ "قسم ہے رات کی جب ڈھانپ لے"۔ یعنی جب رات پوری طرح تاریک ہو جائے' چھا جائے۔ گویا رات ہر چیز کو ڈھانپ لے۔ یہ تاریکی کی انتہا ہے۔ ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝﴾ "اور قسم ہے دن کی جب خوب روشن ہو جائے"۔ تاریکی اور روشنی دو متضاد چیزیں ہیں۔ ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۝﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں نر اور مادہ"۔ دیکھئے' دن کی روشنی اور رات کی تاریکی اگرچہ متضاد اور ایک دوسرے کے برعکس ہیں' لیکن دونوں مل کر ہی ایک مقصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ یعنی اس کائنات کے اندر دونوں کا اپنا اپنا ایک کردار ہے۔ اسی طریقے سے نر اور مادہ جنسِ مخالف کہلاتی ہیں' لیکن دونوں کا اپنا اپنا رول ہے۔ اپنی جگہ دونوں کی اہمیت ہے۔ مخالف ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا معاملہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ۝﴾ "تمہاری محنت کے بھی مختلف Shades ہیں"۔ وہ بھی بہت مختلف اور باہم مخالف ہے۔ اس کو اگر پچھلی سورت سے جوڑیں کہ ایک راستہ ہے فسق و فجور کا' ایک ہے تقویٰ کا۔ ایک اِدھر بھاگا جا رہا ہے اور ایک اُدھر کوشش کر رہا ہے۔ انسانوں کے اندر ہر دو طرح کے کردار موجود ہیں۔ دونوں اپنے اپنے مخصوص راستوں پر محنت کر رہے ہیں۔ فرشتہ صفت لوگ بھی ہیں اور درندوں کو شرمانے والے کردار بھی! خدا پرست بھی راہ خدا میں مصروف عمل ہیں اور دنیا پرست بھی محنت کر رہے ہیں۔ محنت سے کسی کو مفر نہیں۔ یہ جو کھرب پتی ہوتے ہیں ان کو رات کے وقت خواب آور گولیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ پس محنت کے بے پناہ رُخ ہیں۔ ایک محنت وہ تھی جس کا نقطۂ عروج آنحضور ﷺ کی محنت تھی۔ پھر آپؐ کے صحابہ نے بھی اس رخ پر محنت کی' دوسری وہ جو مشرکین کرتے ہیں۔ سورۃ الانفال میں اس کا تذکرہ ہے کہ مشرک بھی انفاق کرتے ہیں۔ یہ بھی تکلیفیں اٹھاتے ہیں' جیسے تم اٹھا رہے ہو' لیکن کس کے لیے؟ باطل کے لیے' حق کا راستہ روکنے کے لیے۔ وہ بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اہل حق کے مقابلے پر آ جاتے ہیں۔ لہٰذا محنت تو سب کر رہے ہیں لیکن افراد کی محنتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پھر خیر کی محنت کے بھی بہت سارے درجات ہیں اور جو شر کا راستہ اختیار کرنے والے ہیں ان میں بھی بے شمار Shades ہیں۔ اگر وہاں ابوجہل اور امیہ بن خلف جیسے شقی القلب لوگ تھے تو انہی مشرکین میں سے بعض معتدل مزاج بھی تھے۔

اب آگے تذکرہ ہو رہا ہے ان لوگوں کا جن سے اللہ راضی ہے اور جن کے لیے اس نے جنت تیار کی ہے۔ ان کے بنیادی اوصاف کیا ہیں؟ اس تذکرہ سے مقصود ہمیں یہ بتانا ہے کہ ہم اپنے اندر ان اوصاف کو پروان چڑھائیں۔ اللہ کے نیک بندوں کا پہلا وصف خدمت خلق اور دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنا مال خرچ کرنا ہے۔ فرمایا: ﴿فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى ......﴾ "جس شخص نے (اپنا مال) دیا"۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ہم مسلمان زکوٰۃ ادا کریں' صدقاتِ واجبہ ادا کریں' جن لوگوں کے بارے میں اللہ نے بتا دیا کہ تمہارے مال میں ان کا حق ہے' اُن پر روپیہ پیسہ خرچ کریں' پڑوسیوں کی خبر گیری کریں' اور رشتہ داروں کا خیال رکھیں۔ دوسرے یہ کہ انسانیت کا اصل جوہر رقت قلبی ہے۔ یعنی کسی کو تکلیف میں دیکھ کر دل کا پسیجنا' کسی کو مشکل میں دیکھ کر تڑپنا' اس کا درد محسوس کرنا۔ ایک حدیث میں الفاظ ہیں: ((مَنۡ يُحۡرَمِ الرِّفۡقَ حُرِمَ الۡخَيۡرَ كُلَّهٗ)) یعنی "جو شخص دل کی نرمی سے محروم کر دیا گیا' وہ کل خیر سے محروم ہو گیا"۔ اگر کسی میں یہ وصف نہیں ہے تو چاہے وہ بڑا نمازی

ہو اور بظاہر اسلامی شعائر کا اہتمام کرتا ہو' وہ درحقیقت خیر سے محروم ہے۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے مال خرچ کرنا دراصل خیر کے رستے پر آگے بڑھنے کے لیے اہم ترین وصف ہے' جس کا اعلیٰ ترین مقام و مرتبہ' مرتبہ' صدیقیت ہے۔ ایمان لانے سے پہلے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اندر یہ وصف موجود تھا۔

دوسرا وصف بیان ہوا: ﴿......وَاتَّقٰى﴾ ''جس نے تقویٰ کی روش اختیار کی''۔ یعنی وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی روش اپناتے ہیں۔ تقویٰ کا ایک مفہوم وہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں بتا دیا گیا' دین میں یہ چیز کرنی ہے' یہ نہیں کرنی' یہ حلال ہے یہ حرام' یہ جائز ہے یہ ناجائز' یہ اللہ کو پسند ہے یہ ناپسند' پس جس چیز سے اللہ نے روک دیا یا جو چیز اللہ کو ناپسند ہے' اس سے بچنا یہ ''تقویٰ'' ہے۔ اور سب سے بڑی شے جس سے بچنا ہے وہ اللہ کی نافرمانی اور اُس کی ناراضی ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا مطلب کیا ہے؟ یہ کہ انسان طے کر لے کہ اللہ کے ہر حکم' رسول ﷺ کے ہر فرمان پر عمل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اگر ہم تقویٰ کا تجزیہ کریں تو اس میں پورا دین شامل ہو جاتا ہے۔

تقویٰ کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے' جیسا کہ سورۂ بقرہ کی ابتدا میں قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''قرآن ہدایت اور راہنمائی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے اندر تقویٰ ہے''۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے سے متقی ہیں' جن کے اندر تقویٰ موجود ہے' انہیں ہدایت کی کیا ضرورت؟ یہاں تقویٰ سے مراد کیا ہے؟ درحقیقت یہ وہ تقویٰ ہے جو اللہ نے ہر انسان کے اندر بیلنس کے طور پر نصب کر دیا' ضمیر کی شکل میں' یعنی اللہ نے ہر انسان کو خیر اور شر کی تمیز عطا کی ہے۔ پس جو شخص اس کا لحاظ کرتے ہوئے زندگی گزار رہا ہے' قرآن حکیم اس کے لیے ہدایت ہے۔

تیسرا وصف بیان فرمایا: ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ ''اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی''۔ اچھی بات سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس سے مراد کلمہ طیبہ ہے ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) یعنی کلمہ طیبہ' جو سب سے اچھی بات ہے' کی تصدیق کرنا بعض مفسرین نے یہ رائے دی ہے کہ اس سے مراد جنت کی تصدیق کرنا ہے یعنی یہ یقین کہ اس دنیا میں ہم جو نیک اعمال کر رہے ہیں' ان کی جزا ہمیں جنت کی شکل میں ملے گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو پھر بدترین عذاب ہمارا مقدر ہوگا۔ دراصل یہ انسانی طبیعت کا خاصہ اور اعلیٰ اخلاق کی نشانی ہے کہ انسان ہر اچھی بات کی تصدیق کرے' اور تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر تسلیم کرے کہ یہ صحیح ہے اور یہ غلط' یہ حق ہے اور یہ باطل' اور جو بات حق نظر آئے اس کی تصدیق کرے۔ یہ انسانی وصف بہت قابل قدر ہے اور بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان مختلف تعصبات کا شکار ہوتا ہے۔ کہیں نسلی تعصبات آڑے آ جاتے ہیں اور کہیں علاقائی تعصبات! کہیں آدمی کی ''انا'' سچائی کے تسلیم کرنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے فلاں کی بات مان لی تو ہم نیچے ہو جائیں گے۔ یا ان کی بات مان لی تو یہ تعیشات ترک کرنے پڑیں گے۔ بہر حال ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر حق بات کو پہچان کر اس کی تصدیق کرنا صدیقیت کا تیسرا وصف ہے۔ ان تینوں اوصاف یعنی ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى' وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق ''climax'' پر ہیں۔ چنانچہ آپ نے راہ خدا میں اور لوگوں کی بھلائی کے لیے دل کھول کر اپنا مال خرچ کیا' اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مشرف بہ اسلام ہونے سے پیشتر بھی آپ نے اللہ کی منع کردہ چیزوں خاص کر شراب نوشی اور بت پرستی سے مکمل احتراز کیا۔ حق اور سچائی کی تصدیق میں تو آپؓ نے ذرا بھر توقف نہ کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے جس شخص کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اس نے قبول اسلام میں کچھ وقت ضرور لگایا لیکن جب ابوبکر صدیقؓ کے سامنے دعوت پیش کی تو آپ ﷺ نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر اسے قبول کر لیا۔

یہ بنیادی انسانی اوصاف جس شخص میں ہوں گے' اس کے متعلق فرمایا: ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى﴾ ''ہم اس کو سہج سہج پہنچا دیں گے آسانی میں''۔ یعنی جنت تک پہنچانے کا راستہ اس کے لیے آسان کر دیں گے' اسے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیں گے جو بالآخر جنت کو لے جانے والی ہے۔ اُس کے لیے وہ راستہ کھلا اور کشادہ کر دیں گے جو ایمان و تقویٰ کے اعتبار سے صدیقیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کر سکتا ہے۔ البتہ یہ اوصاف ہر شخص میں اس درجے نہیں ہو سکتے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ تو صدیق اکبر تھے۔ لیکن خیر کا راستہ تو کھلا ہے' جو محنت کرے وہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ اور اپنے ان اوصاف کو پروان چڑھائے تو مرتبہ' صدیقیت تک پہنچ سکتا ہے۔

اس کے بعد جو اس کے برعکس اوصاف ہیں ان کا ذکر ہے۔ ﴿وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى﴾ ''اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا''۔ وہ چیزیں جو انسان کو اس کے اصل مقام تک پہنچنے سے روکنے والی ہیں' ان میں پہلی شے ''بخل'' ہے۔ مثلاً آدمی ایک شخص کو تڑپتا دیکھ رہا ہے' اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر بھی ہے۔ اسے اللہ نے فراوانی بھی دی ہے۔ لیکن وہ مدد کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ بخل اور کنجوسی ہے۔ اسی طرح ''اسْتَغْنٰى'' (بے پروا بنا رہا) کا مطلب ہے کہ اسے احکام خداوندی کی کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ ضمیر کی آواز پر کان دھرتا ہے نہ اسے اس بات کی فکر ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے فلاں شے سے روکا ہے اس سے رک جاؤں' بلکہ وہ اپنے نفس کی مانتا ہے۔ خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے۔

﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾ ''اور جس نے تکذیب کی اچھی بات کی''۔ تکذیب کا ایک مفہوم تو کلمہ طیبہ کو جھٹلانا ہے۔ تکذیب کی بہت سی سطحیں (Levels) ہیں۔ تکذیب عملی بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ مثلاً آخرت کی تکذیب۔ آخرت کی تکذیب انسان اپنے عمل سے کرتا ہے۔ وہ زبان سے کہتا ہے کہ میں آخرت کو مانتا ہوں لیکن اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ اس کا صرف دنیا پر ایمان ہے' اس کا مال و دولت پر ایمان ہے۔ یہ بھی تکذیب کی ایک شکل ہے۔

جس شخص کی یہ روش ہو کہ بخل سے کام لیتا ہو' دوسروں کی ضرورتوں اور مسائل سے بے نیاز اور بے پروا رہتا ہے' حق و صداقت کی آواز پہ کان نہیں دھرتا' بلکہ اس کو جھٹلاتا ہو' اُس کے انجام کے متعلق بطور تنبیہ فرمایا: ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾ ''ہم سہج سہج پہنچائیں گے اسے سختی میں''۔ یعنی وہ بدترین انجام کی طرف بڑھ رہا ہوگا اور ہم اس کے لیے تباہی کا راستہ ہموار کرتے چلے جائیں گے۔ یاد رکھیے! یہ اللہ کی سنت ہے' جو شخص جس رستے پر بڑھنا چاہے' اس کے لیے وہ راستہ آسان بنتا چلا جاتا ہے۔ جو ہدایت کا جویا ہو' اللہ صراط مستقیم پر چلنا اس کے لیے آسان بنا دیتا ہے اور جو ڈھیٹ بن کر طے کر لے کہ مجھے شیطان کے رستے پر چلنا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی راستے کو سازگار بنا دیتا ہے۔

﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى﴾ اور اس کے کچھ کام نہ آئے گا اس کا مال (جس پر اُسے بڑا زعم ہے) جب وہ گرے گا ہلاکت کے گڑھے میں''۔ یہ کونسا گڑھا ہے؟ یہ جہنم کا گڑھا بھی ہو سکتا ہے' اور قبر کا گڑھا بھی!۔ ﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى﴾ ''بے شک ہمارے ذمے ہے رہنمائی کرنا''۔ یعنی کھول کر بتا دینا کہ یہ راستہ جنت کو لے جانے والا ہے' اور یہ ہے راستہ جہنم کی طرف لے جانے والا۔ اس راستے کے یہ تقاضے ہیں۔ اس پر بڑھنے کے یہ اوصاف ہیں۔ خیر کے راستے پہ چلنے کے تین اجزاء ہیں' اعطیٰ' واتقیٰ' اور وصدق بالحسنی۔ اسی طرح تین ہی خصلتیں ہلاکت کی راہ پر ڈالنے' اور بدترین انجام کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بخل ' واستغنیٰ اور کذب بالحسنی۔

﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ''اور ہمارے ہی ہاتھ میں ہے آخرت بھی اور پہلی (یعنی دنیا) بھی''۔ یعنی

تمام جہانوں کا مالک ومختار اللہ ہی ہے۔ ساری طاقت اور اختیار اُس کے ہاتھ میں ہے۔ اس دنیا میں اگر کسی کو خیر کی توفیق مل رہی ہے تو اسے اللہ ہی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ پروردگار تیرا فضل ہے' تو نے توفیق دی ہے۔ اور آخرت میں بھی کل اختیار کا مالک وہی ہوگا۔ اللہ نے انسان کو اچھا برا سمجھا دیا ہے۔ اب یہ اُس کا فیصلہ ہے کہ وہ کدھر جاتا ہے۔ ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾ ''پس میں نے تمہیں خبردار کر دیا' اس آگ سے کہ جو بھڑکتی ہوئی ہے''۔ جہنم کے عذاب کی بے شمار شکلیں ہیں۔ ہلکے ترین عذاب کے بارے میں فرمایا کہ کسی شخص کے قدموں تلے انگارے ہوں گے۔ اور ان انگاروں کی حدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ اور وہ شخص یوں محسوس کرے گا کہ شاید سخت ترین عذاب مجھے مل رہا ہے۔ لیکن یہ وہاں کا ہلکا ترین عذاب ہے 'اور جو سخت ترین عذاب ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر طرف سے آگ بند ہوگی' سخت ترین شدت اور حدت' جیسے اوون میں بند کر دیا جاتا ہے۔ ﴿لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى﴾ ''اس میں نہیں گرے گا مگر وہ جو انتہائی بدبخت ہے''۔ ﴿الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ ''یہ وہ شخص ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا تھا''۔

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى﴾ ''اور ہم بچا لیں گے اس جہنم کی آگ سے اس کو جو انتہائی متقی ہے''۔ اس سے خاص طور پر مراد ہیں حضرت ابوبکر صدیق ؓ۔ اس لیے کہ آگے اُن کا نمایاں وصف آ رہا ہے۔ ﴿الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾ ''وہ کہ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے پاکی حاصل کرنے کے لیے (نفس کو پاک کرنے کے لیے)''۔ ابوبکر صدیق ؓ کے جو خاص امتیازات ہیں' ان میں ایک بہت نمایاں شرف جو انہیں حاصل ہوا' وہ یہ تھا کہ آپؓ نے چھ مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ جن میں ایک نمایاں نام حضرت بلال ؓ کا بھی ہے۔ ایسا کیوں کیا؟ کیا کوئی ذاتی مفاد اُن کے پیشِ نظر تھا' ان سے کوئی کام لینا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ وصف ان کے اندر ایمان لانے سے پہلے بھی تھا 'جو ایمان لانے کے بعد اس شکل میں ظاہر ہو رہا ہے کہ اپنے تزکیے کے لیے' اپنے نفس کو پاک کرنے کے لیے مال خرچ کر رہے ہیں۔ پچھلی سورت میں یہ بات آئی تھی۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ یعنی ''کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا''۔ نفس کو پاک کرنے کا ایک طریقہ' مال خرچ کرنا' اللہ کی راہ میں دیتے رہنا ہے۔ اس سے اپنا تزکیہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا اصل مفہوم بھی پاکیزگی ہے۔ جب آپ مال میں سے زکوٰۃ کے پیسے نکال دیتے ہیں' تو آپ کے نفس کا بھی تزکیہ ہوتا ہے اور آپ کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى﴾ ''اس پر کسی کا احسان نہیں کہ جس کا بدلہ چکانا مقصود تھا''۔ حضرت بلال ؓ کا کوئی احسان نہیں تھا۔ یا جن کو بھی انہوں نے آزاد کرایا ان کا کوئی احسان نہیں تھا۔ نہیں' بلکہ یہ یک طرفہ خیر کا کام ہے اور کس لیے کیا؟ ﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى﴾ ''بجز اس کے کہ وہ اپنے رب کی خوشنودی کا طلبگار ہے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو چاہتے ہیں کہ رب راضی ہو جائے۔ آخرت میں اس کا دیدار نصیب ہو جائے۔ یہ سب سے اونچا مقصد ہے۔ اب دیکھئے' آگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آ رہا ہے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ ''اور وہ ضرور اس سے راضی ہو جائے گا''۔ صحابہ ؓ کی یہ شان ہے کہ ربّ ان سے راضی اور وہ اپنے رب سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۃ الّیل میں مقام صدیقیت' کے اجزائے ثلاثہ بیان ہوئے ہیں۔ یعنی خیر کی طرف لے جانے والے بنیادی اوصاف کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کے برعکس وہ اوصاف جو انسان کو بدترین انجام تک پہنچانے والے ہیں' ان کو بھی پن پوائنٹ کر دیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذاتی زندگی میں بھی اور اپنی اجتماعی زندگی میں بھی ان خیر کے اوصاف کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: فرقان دانش خان)

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

پریس ریلیز

26 اگست 2005ء

جدید فلاحی اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد' وقت کا اوّلین تقاضا ہے

مرکزی ناظم تربیت تنظیم اسلامی جناب شاہد اسلم کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

عالم کفر مسلمانوں کو ان کی دینی تعلیمات سے دور رکھنے کے لیے اپنے تمام وسائل صرف کر رہا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حکومتی سرپرستی میں بے حیائی اور فحاشی کو میڈیا کے ذریعے فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ بات ناظم تربیت تنظیم اسلامی جناب شاہد اسلم نے مسجد دارالسلام میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا کے اس بہاؤ کو روکنا بہت ضروری ہے ورنہ فحاشی وعریانی کا یہ سیلاب سب کچھ بہا کر لے جائے گا۔ اس کا راستہ روکنے کے لیے ہمیں اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ اسلامی نظام کے خدوخال بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سیاسی سطح پر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا جانا ضروری ہے کیونکہ قرآن کی رُو سے غیر اللہ کی حاکمیت بدترین شرک ہے۔ اگرچہ ہمارے دستور میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن عملاً اس کا نفاذ کہیں نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کہا کہ معاشرتی سطح پر اسلام والدین کے احترام' عریانی وفحاشی کی بیخ کنی اور زنا کے سدباب کے ذریعے ''خاندانی نظام'' کو مضبوط کرتا ہے کیونکہ خاندان کو کسی معاشرے میں اکائی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ خاندان جتنا مضبوط ہوگا معاشرہ اسی قدر مثبت کردار کا حامل ہوگا۔ شاہد اسلم نے کہا کہ اسلامی معاشرے میں ہر انسان کے جان ومال اور آبرو کی حفاظت حکومت ہی کی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی معاشرے کے رہنے والوں کا پختہ یقین اس بات پر ہوتا ہے کہ سب کو رزق دینے والا اللہ ہے' لہٰذا اسلام میں مفلسی کے ڈر سے ضبط تولید کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہمارے حکمران مغربی معاشرے کی تقلید میں اپنے ملک کو غیر اسلامی رُخ پر لیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا ہم نے اتنی قربانیاں دے کر یہ ملک اس لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں دینی احکامات سے صرفِ نظر کیا جائے۔ بلکہ یہ ملک دورِ حاضر میں جدید فلاحی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے تجربہ گاہ کے طور پر حاصل کیا گیا تھا۔ صرف اسی رُخ پر پیش قدمی میں ہماری دنیوی واخروی نجات اور فلاح ہے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی لاہور)

رشید رضا کی تفسیر ”المنار“

سید قاسم محمود

”تفسیر المنار“ ایک نام ہے جو عام طور پر قرآن مجید کی اُس تفسیر کے لیے بولا جاتا ہے جس کو مفتی محمد عبدہٗ نے شروع کیا تھا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد اُن کے شاگرد رشید رضا نے جاری رکھا۔ اس تفسیر کو ”المنار“ کے نام سے منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے یہ ہفت روزہ ”المنار“ میں قسط وار شائع ہوئی اِس کی تحریک کا سہرا بھی رشید رضا کے سر ہے کہ انہوں نے ہی مفتی محمد عبدہٗ کو ایک کامل اور جامع تفسیر لکھنے پر آمادہ کیا تھا' تاکہ وہ تفسیر میں بھی وہی جذبہ اور وہی رُوح پھینکیں جو ”العروۃ الوثقیٰ“ کی تحریروں میں جلوہ گر ہوئی تھی۔

آغازِ کار یُوں ہُوا کہ جامعہ الازہر میں مفتی صاحب کے درسِ تفسیر میں رشید رضا بھی شریک ہوئے تھے۔ استاد جو کچھ بیان کرتے' رشید رضا اُس کو قلم بند کر لیتے۔ پھر اُس میں توسیع و تنقیح پیدا کرتے اُستاد کی خدمت میں پیش کرتے۔ اُستاد مسودے ہی پر تصحیح و ترمیم کر دیتے۔ یہ تفسیر 1900ء میں جریدہ ”المنار“ کی تیسری جلد میں ”تفسیر محمد عبدہٗ“ کے نام سے شائع ہونا شروع ہوئی۔ پھر الگ الگ پارے طبع ہوئے۔ پہلے پارے کی اشاعت کے موقع پر رشید رضا نے ایک مقدمہ اپنے رسالے ”المنار“ میں شائع کیا' جس میں تفصیل کے ساتھ اُن مختلف اسالیب و مناہج پر تنقید کی' جنہیں اُس وقت تک مفسرین نے تفسیر قرآن میں اختیار کر رکھا تھا۔ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی روایات اور باتوں پر بحث کی' جن کے حوالے مفسرین عام طور پر دیا کرتے ہیں آپ نے اپنے مقدمے میں لکھا کہ پچھلی بیشتر تفاسیر میں الفاظ اور اصطلاحات کے مناقشے یا متکلمانہ طریقے صوفیانہ تاویلات اور فرقہ وارانہ اختلافات کی بوچھاڑ نظر آتی ہے امام فخر الدین رازی نے سونے پر سہاگہ یہ کیا کہ اپنی تفسیر میں اپنے زمانے کے مشہور و معروف علمی نظریات و افکار کو بھی سمو دیا۔ اُن کی تقلید موجودہ دور کے ایک مفسر شیخ طنطاوی جوہری نے کی ہے۔ وہ بھی جابجا جدید علوم مثلاً فلکیات' نباتیات' حیوانیات پر آیاتِ قرآنی کے حوالوں سے بحث کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض جدید علوم تفہیم قرآن کے لیے ضروری ہیں یا اس کی تفہیم میں ممد و معاون ہیں' لیکن رشید رضا کا خیال یہ ہے کہ اِن علوم کو حدِ بعید تک استعمال کرنا' جیسا کہ بعض مفسرین نے کیا ہے' پڑھنے والوں کو اُس حقیقی مقصد سے دُور کر دیتا ہے' جس کے لیے قرآن نازل ہُوا۔

آپ نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ابن تیمیہ کی رائے پیش کی ہے اور اسرائیلیات کی تصدیق سے انکار کیا ہے' خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط' کیونکہ اِن میں اُن کے بقول: ”کعب احبار اور وہب ابن مُنبہ کی سند ہے' حالانکہ قدیم علمائے جرح و تعدیل نے' باوجودیکہ ان دونوں کا کذب ہمارے رُوبرو آشکار ہو گیا ہے' اِن دونوں سے دھوکا کھایا ہے' اور اِن کو عدل میں شمار کیا ہے“

جمعیت الدعوۃ والارشاد

مفتی محمد عبدہٗ کی تحریک نے جن بنیادی باتوں کی طرف دعوت دی تھی' اُن میں سے ایک یہ تھی کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خود کو اپنے دینی بھائیوں کے درمیان تعلقات و روابط کو تقویت دینے کا عادی بنالے اور مسلمانوں کو دینی فرائض کی ادائیگی اور اُس کے احکام کے اتباع کی ترغیب دے۔ اسی پر تمام کام کا دارومدار نہیں' بلکہ ہر مسلمان پر یہ بھی واجب ہے کہ غیر مسلموں کے درمیان اسلام پھیلانے کی کوشش کرے' کیونکہ اسلام پوری انسانیت کے لیے اُتارا گیا ہے۔

چنانچہ رشید رضا نے اپنے اُستاد مفتی محمد عبدہٗ کی طرح اپنے تمام خطبات اور مقالات میں مسلمانوں کو اُس عمل کی طرف لانے کی کوشش کی جو تمام اعمال میں بہتر ہے“۔ یہ عمل مدارس کا قیام۔ رشید رضا فرماتے ہیں کہ مدارس کا قیام مسجدوں کی تعمیر سے بہتر ہے' کیونکہ مسجد میں ایک جاہل کی نماز سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا' لیکن مدارس کے قیام سے جہالت اور نادانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے' اور دینی فرائض اور دنیوی اعمال صحیح اور حقیقی شکل میں انجام پاتے ہیں۔

بنیادی عقائد' دینی فرائض اور اسلامی آداب کے اصولوں کی تعلیم کے مقصد سے رشید رضا نے ایک انجمن ”جمعیۃ الدعوۃ والارشاد“ کے نام سے تشکیل دی' جس کا ایک اور مقصد یہ بھی تھا کہ اسلامی ممالک میں مسیحی تبلیغ کا مقابلہ کیا جائے۔ اِس انجمن کے قیام کا تصور کیونکر پیدا ہوا؟ رشید رضا لکھتے ہیں: ”اِس کا تصور مجھے اُس وقت سے تھا جب میں طرابلس کے مدرسے میں طالب علم تھا۔ میں اُس شہر کے امریکی عیسائی تبلیغی مشن کے کتب خانے میں جایا کرتا تھا اور وہاں عیسائیوں کا دینی اخبار اور اُن کی کتابیں اور رسائل پڑھا کرتا تھا۔ اُسی وقت سے میرا یہ خیال راسخ ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی بھی ایسی انجمن ہونا چاہیے' اُن کا بھی ایسا ہی مشن سکول اور ایسا ہی کتب خانہ ہونا چاہیے۔“

1902ء میں جاپانی ادیان کی کانفرنس منعقد ہوئی تو رشید رضا نے جاپانیوں کو اسلام کی دعوت دینے کا عزم کیا جو پورا نہ ہو سکا' لیکن انجمن کی قیام کی ایک منزل سر ہو گئی۔ اُنہیں خیال آیا کہ استاد محمد عبدہٗ کا بنیادی اصول عربی مدارس کے طریقہ تعلیم اور نصابِ تعلیم کی اصلاح اور قدیم و جدید خیالات کی تطبیق تھا۔ انہوں نے جامعہ الازہر کے نظامِ تعلیم کو جدید ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کی' لیکن تقلید پسند جامد علماء کے سامنے پیش نہ کی گئی۔ تاہم انہوں نے دارالعلوم قاہرہ میں قائم کیا جس کی رسم افتتاح 3 مارچ 1912ء کو ہوئی اور اگلے دن کلاسیں جاری کر دی گئیں۔ گزشتہ شمارے میں ہم لکھ آئے ہیں کہ دارالعلوم میں عرب ممالک کے علاوہ دُور دراز کے مسلم ممالک مثلاً انڈونیشیا' ملایا' ہندوستان اور چین کے طلبہ بھی تعلیم پاتے تھے' لیکن یہ دارالعلوم زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور انگریز اور مصری حکومت کی نگاہِ عتاب اسے گھائل کر گئی۔

برصغیر پاک و ہند کا سفر

دارالعلوم یا مدرسہ دارالدعوۃ والاشاد کے قیام کے سلسلے میں سیّد رشید رضا اور مولانا شبلی نعمانیؒ میں خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مولانا شبلیؒ کی دعوت پر ہندوستان کا دورہ کیا اور لکھنو پہنچ کر 6 اپریل 1912ء کو ”ندوۃ العلماء“ کے اجلاس کی صدارت کی اور عربی زبان میں ایک نہایت دلآویز اور فصیح تقریر فرمائی' جس سے سماں بندھ گیا (بحوالہ ”حیاتِ شبلی“ از سید سلیمان ندوی)

جنگِ عظیم اوّل (1914-1918ء) میں رشید رضا کی ہمدردیاں عرب احرار کے ساتھ تھیں' کیونکہ وہ تحریک تورانیت کے خلاف تھے' پھر بھی وہ انگریزوں کی نظروں میں معتوب رہے۔ ”مؤتمر اسلامی“ کا پہلا اجلاس 1912ء میں جینوا میں ہُوا تو سید رشید رضا بھی جینوا گئے۔ اجلاس کے اختتام پر انہوں نے امیر شکیب ارسلان کی معیت میں سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کی سیاحت کی اور ماہرین سیاحت سے مُسلم ممالک کی سیاست پر گفتگو کی۔ 1926ء میں انہوں نے حجاز کی ”مؤتمر اسلامی“ میں شرکت کی اور مُسلم ممالک کے نمائندوں کے ساتھ حجاز کے آئینی مستقبل پر بحث و تمحیص میں حصہ لیا۔ اس کے بعد وہ زیادہ تر تصنیف و تالیف میں منہمک اور ”تفسیر المنار“ کی تکمیل میں معروف ہو گئے۔ رشید رضا سورۂ یوسف کی آیت 101 ﴿رَبِّ قَدْ

اٰتَيْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ کی تفسیر لکھ کر فارغ ہوئے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ 22 اگست 1935ء کو سلطان ابن سعود سے مل کر سویز سے قاہرہ آ رہے تھے کہ موٹر کار میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔

آپ کا علم و فضل

سید رشید رضا عربی کے ممتاز ادیب، انشا پرداز اور خطیب تھے۔ اُن کی انشا پردازی قدیم و جدید دونوں کی بہترین خصوصیات کی حامل تھی' وہ علم الکلام اور تفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حدیث اور بلاغت کے امام تھے۔ امیر شکیب ارسلان نے صحیح لکھا ہے کہ "المنار" کی جلد میں حقیقی معنی میں اسلامی علوم کا دائرۃ المعارف ہیں' جن سے اس عہد میں کوئی مسلمان بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اُن کی تفسیر "المنار" جس کے ذریعے قدرت نے اپنے اسرار و حقائق کی گرہ کشائی کا کام لیا ہے' اُن کا بے مثال کارنامہ ہے' جس نے انہیں مشاہیر اسلام کی صف میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ اس طرح دفاعِ اسلام' صحیح عقائد کی تبلیغ اور غیر مسلموں کے اعتراضات کی تردید اور اُن کی دوسری دینی و تعلیمی خدمات ایسی ہیں' جن کی گرد کو اُس زمانے کا کوئی عالم نہیں پہنچ سکا۔

سید رشید رضا ہندی محدثین کے علمی اور تصنیفی کارناموں کے معترف اور مرتبہ شناس تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر عصرِ حاضر (گیارہویں' بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری) میں ہمارے برادر ہندوستانی علماء علمِ حدیث کی طرف توجہ نہ کرتے تو آج یہ علم معدوم ہو گیا ہوتا' کیونکہ بلادِ شام' مصر' عراق اور حجاز میں یہ علم دسویں صدی ہجری ہی میں زوال پذیر ہو چکا تھا۔ امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کے افکار نے بھی اُن کی بدولت نئی زندگی پائی۔

مصر کے قوم پرستوں' ترکی کے ترقی پسندوں اور جامعہ الازہر کے تقلید پسندوں سے اُن کی کبھی نہ بن سکی۔ "جامعہ اسلامیہ" کے قیام کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا' لیکن سعودی حکومت کے قائم ہونے پر انہیں خاصا اثر و رسوخ حاصل رہا اور سلطان ابن سعود اُن کے مشوروں کی قدر کرتے رہے۔ اُن کے ممتاز شاگردوں میں شام کے مشہور سلفی عالم الشیخ محمد بہجۃ البطار قابلِ ذکر ہیں' جنہوں نے ایک عرصے تک شام میں دعوت و ارشاد کی مشعل فروزاں رکھی۔

آپ کی تصانیف و تالیفات

سید رشید رضا نے ہزاروں صفحات لکھے' لیکن اُن کی علمی زندگی کا اہم کارنامہ "تفسیر المنار" ہے' جس کا ہلکا سا تعارف پیچھے ہو چکا ہے۔ سب سے پہلے سورۃ العصر کی تفسیر شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد تیسویں پارے کے سورتوں اور سورۃ الفاتحہ کی تفسیر طبع ہوئی۔ مفتی محمد عبدہٗ کے انتقال (1905ء) کے بعد اس تفسیر کا سلسلہ سید رشید رضا نے جاری رکھا۔ بارہویں یعنی آخری جلد 1354 ہجری میں شائع ہوئی۔ وہ سورۃ یوسف کی تفسیر لکھ رہے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ اُنہوں نے یہ تفسیر زمانہ حال کی ضرورتوں اور تقاضوں کے پیش نظر لکھی ہے۔ تفسیر میں علمائے سلف کے علاوہ امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اثرات زیادہ نظر آتے ہیں۔ لغوی اور نحوی مشکلات کے حل کے علاوہ اعجاز القرآن پر دلپذیر مباحث بھی ملتے ہیں۔ تفسیر۔ تفسیر کی طوالت کے خیال سے انہوں نے اس کے اختصار کا بھی ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعض مختصر اجزا شائع ہوئے ہیں۔ رشید رضا نے اپنے استاد مفتی محمد عبدہٗ کی تفسیر "المنار" کے سلسلے کو اسی طرح جاری رکھا' جس طرح سید سلیمان ندوی نے مولانا شبلی نعمانی ؒ کی سیرت النبی ﷺ کے سلسلے کو جاری رکھا۔

تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہٗ تاریخ و سیرت کے موضوع پر اُن کی یادگار کتاب ہے جو قاہرہ میں پہلی بار 1926ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب سید رشید رضا نے سید جمال الدین افغانی' مفتی محمد عبدہٗ کے سوانح' دینی معتقدات اور سیاسی افکار کے بارے میں لکھی ہے۔

اور تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں سید افغانی اور مفتی محمد عبدہٗ کے مفصل حالات ہیں۔ دوسری جلد میں مفتی صاحب کے مضامین ہیں اور تیسری جلد میں ان کے بارے میں اربابِ علم و فضل کے مقالات' تاثرات' تعزیتی پیغامات اور مراثی ہیں۔ کتاب میں ضمناً بہت سے دینی' ادبی اور سیاسی مباحث آ گئے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ پر دو مختصر کتابچے بھی ہیں جو فاضل مصنف نے محافلِ میلاد میں پڑھنے کے لیے لکھتے تھے۔ اُن کی ایک اور کتاب "الوحی المحمدی" بہت مقبول ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ سید رشید رضا کے شاگرد عبدالرزاق ملیح آبادی مدیر "ہند جدید" نے کلکتہ سے شائع کیا تھا۔ وحی اور نبوت کی حقیقت' آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اثبات' اعجاز قرآنی اور اس کے انقلابی تاثرات' سیاسی اور سماجی اصلاح کے ذرائع' اسلام اور نظامِ جنگ اور اسلام میں حقوقِ نسواں پر فلسفیانہ بحث کی ہے۔ آخر میں متمدن اقوام کو قبولِ اسلام کی دعوت دی ہے۔

"اسلام پر عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں ایک کتاب "شبہات النصاریٰ و حجج الاسلام" کے عنوان سے لکھی ہے "نداء الجنس لطیف" میں اسلام میں حقوقِ نسواں' تعدد ازدواج' غلامی' پردہ اور طلاق کے مسائل پر حکیمانہ گفتگو کی ہے۔

رشید رضا اچھے شاعر بھی تھے۔ اُن کی آخری نظم "منصورہ رشیدیہ" ہے جو انہوں نے مقصورہ ابن درید کے جواب میں لکھی۔ اس میں چار سو سے زیادہ اشعار ہیں' جن میں مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کے متعلق اپنے خیالات کو نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے انجیل برنا باس' تفسیر ابن کثیر اور دوسری اُمہات کتب' امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کی بہت سی کتابیں اور مقالات تصحیح اور حواشی کے ساتھ شائع کیں۔

رشید رضا کا خیال تھا کہ جو لوگ اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہوں' اُنہیں سیاست میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ اُنہیں مصر کے قوم پرست رہنماؤں کی سیاست پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ "یہ لوگ ایک مسلمان اور عرب کو (جو دنیائے اسلام میں مرتبے کے اعتبار سے فوقیت رکھتا ہے) جو ان لوگوں کے ملک کا باشندہ نہ ہو' اجنبی اور غیر ملکی سمجھتے ہیں اور اس طرح حجاز یا شام کا شریف اُن کے نزدیک چین کے کسی بُت پرست سے بہتر نہیں ہے۔ رشید رضا کو ترکی جدید کے ہیرو مصطفیٰ کمال پاشا کی کامیابی نے بھی سخت مایوس کیا۔ وہ مصر اور ترکی کے قوم پرستوں کے سیاسی نظریات کے سلسلے میں کسی مفاہمت پر آمادہ نہ ہوئے اور اُنہیں صاف صاف مُلحد و زندیق قرار دیا' اس لیے کہ اُن کی قوم پرستی کی بنیاد مذہب پر نہیں ہے۔

اہم اعلان!

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں کہ یکم ستمبر 2005ء سے مرکز تنظیم اسلامی (گڑھی شاہو لاہور) میں لائبریری و مکتبہ (سیل پوائنٹ) کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے اوقات کار درج ذیل ہیں:

سوموار تا جمعرات: صبح 8:30 تا رات 8:00 بجے

بروز جمعۃ المبارک: 8:30 تا دوپہر 12:00 بجے

بروز اتوار: صبح 9:00 تا دوپہر 1:00

عصر حاضر، قرآن و حدیث کی روشنی میں

حیدرآباد دکن سے محترم شہباز ہندی کا ایک فکر انگیز مضمون

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اس دنیا کی مثال اس کپڑے جیسی ہے جو شروع سے آخر تک پھاڑ دیا گیا ہو اور آخر میں ایک دھاگے سے لٹکا ہوا باقی رہے۔ قریب ہے وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے''۔ (بروایت حضرت انسؓ بیہقی)

آپ ﷺ کی وفات قیامت کے برپا ہونے کا اعلان تھا۔ جنت میں جو معرکۂ خیر و شر برپا ہوا اور منتقل ہو کر زمین پر آیا اس کی آخری گھڑی آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی۔ حیاتِ انسانی کا یہ آخری معرکہ انتہائی جاں گسل اور بھیانک ہوگا۔ اس معرکہ سے وہی لوگ کامیاب و کامران ہو کر نکلیں گے جو وصیتِ رسول ﷺ کے مطابق تمسک بالکتاب والسنۃ کرتے رہیں گے۔ ورنہ اس عہد کی تیز رو تبدیلیاں اور حوادث کی رفتار انسانوں کی ایک بڑی اکثریت کو ششدر بنا دے گی اور وہ معطل ہو کر رہ جائیں گے۔ ہمارے لیے لازم ہے کہ قرآن و سنت سے زمانے کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کسی زمانے کے ساتھ ہمارے موقف کو طے کرنے میں اسی بات کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ ورنہ اگر ہم نے مرض کی تشخیص صحیح نہ کی تو علاج کا غلط ہونا یقینی امر ہے۔

نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات ہی قیامت تک مسلمانوں کے لیے رہ نمائی و قیادت کے لیے کافی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی امت مسلمہ کو اس آخری معرکہ کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

حضرت حذیفہ ؓ نے فرمایا: ''نبی ﷺ ہمارے ایک جگہ پر کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے کھڑے ہونے کے وقت سے قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر وہ بیان فرمادی''۔ (متفق علیہ)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ ؓ ہر گزرتے ہوئے لمحہ کی حقیقت کے بارے میں جانتے تھے۔ وہ حوادث اور تبدیلیوں کا جائزہ لینے کے لئے سب سے پہلے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے۔ لیکن جوں جوں ان کی تعداد کم ہوتی گئی اور بالآخر ختم ہوگئی تو ابلیس اور اس کی فوجوں نے امت پر چہار جانب سے حملہ کر دیا۔ فتنوں اور امت مسلمہ کے بیچ جو دروازہ حضرت عمر ؓ کی شکل میں حائل تھا، ان کی شہادت سے وہ پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ اس دروازے کا ٹوٹنا تھا کہ نبی ﷺ کے فرمان کی اصلی تعبیر نظر آنے لگی۔

حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ منورہ کے ٹیلوں سے ایک ٹیلہ پر چڑھے اور فرمایا: ''کیا تم بھی دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا کہ میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کی طرح گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں''۔ (متفق علیہ)

خاتم النبیین ﷺ نے اپنے جانے کے بعد کے حالات پر جو روشنی ڈالی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ امت مسلمہ جو شہادت علی الناس کے منصب پر فائز کی گئی ہے وہ اپنا فرضِ منصبی ہر حالت میں ادا کر سکے۔

اب ہم ان احادیث کی طرف رُخ کرتے ہیں جو قیامت کے احوال کو متعین طور پر بیان کرتی ہیں۔

حضرت حذیفہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا زمانہ نبوت و رحمت کا زمانہ ہے، یہ رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اسے اٹھالے گا، پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا زمانہ آئے گا، یہ بھی رہے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اسے اٹھالے گا، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت (ملکا عاضا) کا زمانہ آئے گا، یہ بھی رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اسے اٹھالے گا، پھر جبر کی بادشاہت (کائن جبریہ) کا زمانہ آئے گا یہ بھی رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اسے اٹھالے گا پھر اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا زمانہ آئے گا۔

(مسند احمد، بیہقی فی دلائل النبوۃ)

حضرت ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا: اس دین کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی پھر خلافت و رحمت کا زمانہ آئے گا، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت (ملکا عاضا) کا، پھر جبر کے نظام (کائن جبریہ) کا، پھر ظلم کے نظام (کائن عتوا) کا، پھر فساد فی الارض کا''۔ (بیہقی فی شعبۃ الایمان)

مذکورہ احادیث قیامت تک جاری رہنے والے معرکۂ خیر و شر کے سنگ ہائے میل کی وضاحت کرتی ہیں۔ پہلی حدیث میں پانچ مختلف ادوار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو غالباً عہد اسلامی کے چار مختلف ادوار کا ذکر کرتی معلوم ہوتی ہے جس کا اختتام جبر کی بادشاہت پر ہو جاتا ہے جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے آخری دور میں نمودار ہو جاتا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کے ادوار کا تذکرہ کرتی ہے۔ جس میں جبر کی بادشاہت (کائن جبریہ) کے بعد ظلم کے نظام (کائن عتوا) اور فساد فی الارض کا تذکرہ ہے۔

ان احادیث میں آپ ﷺ کے ذریعہ قائم کیے گئے نظامِ عالم (Global Order) کے انہدام کے مرحلوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ نبوت و رحمت کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پر استوار خلافت راشدہ 30 سالوں تک زمین پر قائم رہی۔ 661ء میں حضرت حسن ؓ کے ذریعہ خلافت سے دست بردار ہو جانے کے ساتھ ہی خلافت حقیقی طور پر ختم ہو گئی لیکن اس کی اعتباری حالت باقی رہی۔ حضرت حسین ؓ کی شہادت، قتل عام حرہ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت سے حدیث کے مطابق اس تیسرے دور کی شروعات ہوگئی جسے کاٹ کھانے والی بادشاہت کا دور کہا گیا ہے۔ اس کا خاتمہ 1257ء میں ہو گیا اور ظلم و جبر کی بادشاہی کے چوتھے دور کی شروعات ہوگئی۔ 1789ء آتے آتے یہ چوتھا دور بھی ختم ہو گیا اور اس پانچویں مرحلے کی شروعات ہوگئی جسے حدیث میں ظلم و سرکشی کی حکومت کہا گیا ہے۔ آخر کار 1923ء میں خلافت کی اعتباری حالت بھی ختم ہوگئی اور دینی اعتبار سے صلاح فی الارض کا خاتمہ ہو گیا اور فساد فی الارض کا دور شروع ہو گیا جو اب بھی چل رہا ہے۔

حضرت نافع بن عتبہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم جزیرۃ العرب سے لڑو گے اللہ تمہیں ان پر فتح دے گا، پھر فارس سے لڑو گے اللہ تمہیں ان پر فتح دے گا، پھر تم روم سے لڑو گے اللہ تمہیں ان پر فتح دے گا، پھر تم دجال سے لڑو گے اللہ تمہیں اس پر بھی فتح دے گا''۔ (مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں قیامت تک برپا ہونے والی چار فیصلہ کن جنگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام جنگیں عالم اسلام اور عالم کفر کے مابین ہونے والی عالمی جنگیں ہیں جن کے اثرات پوری حیاتِ انسانی پر مرتب ہوں گے۔ اسی عنوان کی ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''کسریٰ ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ قیصر بھی ضرور ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ تم ان دونوں کے خزانوں کو ضرور اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے''۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کے مطابق پورا جزیرۃ العرب زیادہ سے زیادہ 631ء تک فتح ہو گیا تھا۔ فارس (ایران) 641ء میں فتح ہو گیا۔ روم زیادہ سے زیادہ 1453ء میں فتح ہو گیا کیونکہ اصل عیسائیوں (کیتھولک اور آرتھوڈکس) کی دشمنی مسلمانوں سے نظام عالم کے اعتبار سے یہیں تک شمار کی جا سکتی ہے۔ مشرقی رومی سلطنت یا بازنطینی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ اصل عیسائی سوادِ اعظم کی قوت ختم ہو

گئی۔ یہی وہ خبر ہے جو مذکورہ حدیث میں اس طور پر دی گئی ہے کہ "قیصر بھی ضرور ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا"۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو 1453ء کے بعد سے عالمی پیمانے پر اصل عیسائیوں اور مسلمانوں کے بیچ کسی جنگ کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ مقامی طور پر چھوٹی موٹی جھڑپیں جو وقتی نوعیت کی ہیں' ان کا امکان بہر حال موجود رہتا ہے۔ لیکن یہاں گفتگو عالمی نہج کے اعتبار سے کی جارہی ہے۔ اس طور سے دیکھا جائے تو 1453ء کے بعد سے جو عہد شروع ہوگیا ہے وہ عہد غزوۂ دجال ہے جس میں مسلمان شیطان کے اس آخری ہتھیار سے قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں فتح سے ہمکنار کرے گا۔

ابن حبان حضرت ابو امامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امت میں ایک چیز ٹوٹ جائے گی تو لوگ بقیہ چیزوں پر قانع ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دوسری چیز ٹوٹ جائے گی تو لوگ بقیہ چیزوں پر قانع ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ آخری چیز ٹوٹ جائے گی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جو چیز سب سے پہلے ٹوٹے گی وہ الحکم ہوگا اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی چیز الصلوٰۃ ہوگی"۔ (اسی عنوان کی ایک حدیث مسند احمد میں حضرت حذیفہؓ سے بھی مروی ہے)

یہ حدیث بھی زمین پر جاری معرکۂ خیر وشر کے تناظر میں اللہ کے رسولؐ کے ذریعہ قائم کئے گئے کامل ترین نظام کے انہدام کے مرحلہ پر روشنی ڈالتی ہے۔

اگر ہم اس بات کا پتہ لگالیں کہ وہ آخری حکم کیا تھا جو آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے نافذ فرمایا تھا تو اس انہدام والے مسئلے کی دریافت آسان ہو جائے گی۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے اپنی رحلت سے پہلے جو آخری حکم نافذ فرمایا تھا وہ ربا (سود) کے نظام کا مکمل خاتمہ۔ یعنی اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ربا کا مکمل خاتمہ اسلامی نظام کے قائم ہونے کی آخری منزل ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے جب اس الٰہی نظام کی تکمیل کر دی تو خود اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ 3)

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا"۔

ظاہر ہے انہدام (Demolition) کا مثبت نتیجہ تعمیر (Construction) پر منتج ہوگا۔ آپ ﷺ نے ربا کا انہدام کر کے جو نظام قائم کیا وہ تھا نظام صدقات (زکوٰۃ)۔ ربا اور صدقات بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ "اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے"۔

(البقرہ: 27)

ظاہری بات ہے کہ جب ابلیس اس نظام کو توڑنے کی کوشش کرے گا تو اس کا پہلا حملہ اسی "الحکم" پر ہوگا۔ اس لیے آپ ﷺ کی وفات کے بعد جو سب سے پہلا فتنہ عالم اسلام میں برپا ہوا وہ مانعین زکوٰۃ کا فتنہ تھا۔ اس حملہ کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جیسے بردبار اور رحم دل خلیفہ نے فرمایا کہ "میں ان لوگوں سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بکری باندھنے کی ایک رسی بھی دی ہوگی تو میں اس سے وہ بھی لوں گا"۔ جب ان سے کہا گیا کہ کیا آپ ان سے لڑیں گے جو اللہ' اس کے رسولؐ اور آخرت پر ایمان لائے ہیں؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ اگر کوئی نہیں نکلے گا تو بھی ابوبکرؓ یک وتنہا جہاد کرے گا۔ دراصل حضرت ابوبکرؓ کی نگاہ معرکۂ خیر وشر کے ان مراحل پر تھی جس کی خبر آپ ﷺ نے دی تھی۔ اس طور پر اس حدیث کے مطابق اسلامی نظام کا انہدام شروع ہوگیا۔ آخر کار خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی اور حدیث کی رو سے "الحکم" کا ادارہ ٹوٹ گیا۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ سب سے آخر میں ٹوٹنے والی چیز "الصلوٰۃ" ہوگی' اس کی معنویت کیا ہے؟ کیا زمین پر ایسا ہوگا کہ کوئی بندۂ مومن نماز پڑھنے والا نہ ہوگا؟ زمین پر تمام وہ مقامات ختم کر دیئے جائیں گے جہاں نماز کی اقامت ہوتی ہے؟ اور یہ حادثہ ہو چکا ہے یا کب ہوگا؟

قرآن کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد جو سب سے پہلا حکم آپ ﷺ کو دیا گیا وہ تھا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ﴾ "اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے کھڑا ہوجا"۔ یہ نماز کی وہ ابتدائی شکل ہے جس میں بندہ تن تنہا' ساری دنیا سے اپنے آپ کو کاٹ کر پوری یکسوئی اور خود سپردگی کے ساتھ مالکِ حقیقی کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام کی پہلی منزل الصلوٰۃ ہے۔ یہاں سے لے کر وہ نماز جو مسجد میں باقاعدہ اذان اور جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور جمعہ وعیدین کا قیام یہ سب اس "الصلوٰۃ" کی توسیع (Extention) ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دین کی اقامت کا مرحلہ "الصلوٰۃ" سے شروع ہوتا ہے اور "الحکم" پر جا کر تکمیل کو پہنچتا ہے۔ منہج نبوی ﷺ میں یہ اقامت الصلوٰۃ سے شروع ہو کر ربا کے مکمل انہدام پر جا کر منتج ہوتا ہے۔

یہ زمین اللہ کی ملک ہے' اس لیے اس کا اصل حاکم اور فرماں روا اللہ تعالیٰ ہے۔ انبیاء زمین پر اللہ تعالیٰ کی اسی حاکمیت کو قائم کرنے کے لیے آتے رہے۔ نبی ﷺ کے ذریعہ سے پہلے روئے زمین پر نماز کی اقامت دراصل اسی حاکمیت کا اعلان تھا۔ شریعت کی زبان میں یہ حاکمیت جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء یا ان کے پیروؤں کو عنایت کی ہے خلافت کہلاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نبی ﷺ کے مشن کو اقامت دین (قیام خلافت) بتاتے ہوئے کہتے ہیں "یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ' عیدین اور نماز پنج وقتہ کا اہتمام فرماتے' ہر مقام پر امام مقرر فرماتے' زکوٰۃ وصول فرماتے' اسے صرف کرتے اور ان کاموں کے لیے عامل مقرر فرماتے۔ آپ ﷺ کا جہاد کرنا' سردار مقرر کرنا' لشکر بھیجنا' جھگڑوں کا فیصلہ کرنا' عالم اسلام میں قاضیوں کا تقرر' اقامتِ حدود' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسے معاملے ہیں جو بیان کے محتاج نہیں"۔ یہ اختیارات براہِ راست آپ ﷺ کے ذریعہ سے ان کے نائبین پھر ان کے نائبین کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب یہ اتھارٹی حضرت ابوبکرؓ کو منتقل ہوئی تو وہ اس منبر پر جس پر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے' کے نچلے زینے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ "میں خلیفۃ الرسول ہوں"۔ اسرارِ دین پر گہری نظر رکھنے والے حضرت ابوبکرؓ کے اس قول کی معنویت بخوبی جانتے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرنا' جو جامع شرائط خلافت ہو' فرض کفایہ ہے اور قیامت تک فرض رہے گا"۔ قانونی زبان میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسی اتھارٹی ہونی چاہئے جو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست متعلق ہو اور جو رسول اللہ ﷺ کے قائم نظام کی اقامت اور توسیع کرے۔ زمین سے خلافت کا انہدام اللہ تعالیٰ کی اتھارٹی کا ختم ہونا ہے' کیونکہ خلیفہ کی غیر موجودگی میں نماز' نکاح' طلاق' زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے پیچھے کوئی اتھارٹی نہیں ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں ابو داؤد نے عوف بن مالک اشجعی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "وعظ یا تو امیر کہتا ہے یا اس کا مقرر کیا ہوا یا وہ جو متکبر اور ریاکار ہو"۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم فتویٰ دیتے ہو حالانکہ تم امیر نہیں ہو۔ جہاں تک موجودہ دور میں نماز جمعہ وعیدین کے قیام کا سوال ہے تو یہ صرف اضطراری حالت میں برقرار رکھے گئے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی کہتا ہے کہ اتھارٹی ہے تو اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ یہ اتھارٹی کس نے' کب سے اور کیسے اس تک منتقل ہوئی۔ ظاہر ہے خلافت کی اعتباری حالت بھی 1923ء میں عثمانی خلافت کے خاتمے کے ساتھ ختم ہوگئی۔ حضرت ابو امامہؓ کی حدیث کے مطابق خلافت کا خاتمہ ہی الصلوٰۃ (نماز) کا ٹوٹنا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بعثت کے چند دنوں بعد ہی جو سب سے پہلا حکم نماز کا نافذ ہوگیا تھا' وہ روئے زمین پر منہدم ہوگیا۔ اگر ہم اسے الٹ دیں تو یہی نظام شیطان کے قائم ہونے کی گھڑی ہے۔ نظام شیطان کی اقامت کے لیے حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ ہیں "فساد في الارض" اس سے مراد ہے پوری زمین کا فساد سے بھر جانا جو سبب ہے

روئے زمین سے سب سے پہلے اقامت الصلوٰۃ کے ٹوٹ جانے کا۔ احادیث میں یہ بات بڑی وضاحت سے آئی ہے کہ فسادفی الارض کی توسیع ہی دجال کی آمد ہے۔ دجال فسادفی الارض کا ہی آخری مرحلہ ہے۔ دجال کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر اب تک شیطان نے جتنے بھی شر وفساد پیدا کیے ہیں' دجال ان سب کا مجموعہ ہوگا۔

اب امت مسلمہ کے لیے لازم ہے کہ وہ اس فسادفی الارض کے تناظر میں حکمت نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنا لائحۂ عمل مرتب کرے۔ موت وحیات کی اس آخری جنگ میں اسلام کا فاتح برآمد ہونا تو یقینی امر ہے لیکن امت مسلمہ کے لیے یہ آزمائش کی ایک سنگین گھڑی ہے۔ امت مسلمہ شہادت علی الناس...... قتال فی سبیل اللہ...... کے جس منصب پر فائز کی گئی ہے' اسے اپنا فرض ادا کرنا ہی ہوگا۔ موجودہ دور میں حق کے لیے قربانی دیتے رہنے کے باوجود کسی بھی دینی محاذ سے پیچھے ہٹنے کے بارے میں سوچنا بھی ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے ہم اپنی صفوں کو اس طرح مرتب کریں کہ داخلی اور خارجی خطرات کے مقابلے میں بنیان مرصوص بن جائیں۔ معاشرے سے خبث وحرام کے تمام مظاہر کو مٹا کر طیب وحلال کو اپنانے کی روش کو عام کریں۔ ہر اس سنت کو زندہ کرنے کی جی توڑ کوشش کریں جسے ابلیسی طاقتیں مٹادینے پر تلی ہوئی ہیں۔ اس راستے میں آنے والی مصیبتوں اور آزمائشوں کو برداشت کرنے کی عادت اور استطاعت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مخلصین کی تیاری کو جنگی پیمانے پر انجام دینے کی سخت ضرورت ہے تاکہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ جو اس عظیم جہاد میں مجاہدین کی قیادت کریں گے' کی شکل میں آنے والی نصرتِ الٰہی کا استقبال اور انہیں جذب کر سکے۔

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام

5 ستمبر 2005ء شام 5:30 بجے

پریس کلب شملہ پہاڑی کے سامنے

سودی معیشت' جوا اور لاٹری

کے خلاف

ایک پُرامن احتجاجی مظاہرہ کریں گے

اسلامیانِ لاہور سے شرکت کی درخواست ہے

المعلن: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ امیر تنظیم اسلامی لاہور

فون: 5858212 5845090

عید گفٹ اسکیم

عید کارڈ کی جگہ **بیان القرآن** CDs کا تحفہ دیجئے!

"**بیان القرآن**" محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب محترم نے رمضان المبارک کی باسعادت راتوں میں بہت ہی خوبصورت اور عام فہم انداز میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے اس کو پوری دنیا میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ گذشتہ پانچ سال سے یہ پروگرام ARY DIGITAL اور گذشتہ دو سال سے Qtv پر روزانہ نشر کیا جاتا ہے۔ ان دو چینلز کے علاوہ اس پروگرام کو Prime TV یورپ سے روزانہ نشر کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے اس پروگرام کی بلا مبالغہ لاکھوں سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز، آڈیو و ویڈیو کیسٹس تیار ہو کر پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اس پروگرام سے استفادہ کر رہے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اپنے عقائد درست کیے ہیں۔ بیان القرآن کا یہ پروگرام 108 گھنٹے پر مشتمل ہے۔ اس کی audio کو دو MP3 format کی CDs میں یکجا کر دیا گیا ہے۔

عید گفٹ پراجیکٹ رمضان المبارک 2004:

پچھلے سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے **بیان القرآن** سی ڈیز کے ذریعہ قرآن مجید کی دعوت اور اس کے پیغام کو عام کرنے کیلئے ایک ڈسکاؤنٹ اسکیم کا اجرا کیا جس میں **بیان القرآن** سی ڈیز کو قیمت فروخت سے چوتھائی قیمت میں فروخت کیا گیا اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے دوست احباب اور اعزہ کو عید کارڈز بھیجنے کی بجائے **بیان القرآن** سی ڈیز تحفہ کے طور پر دیں' تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس سلسلے میں ہمیں قرشی گروپ آف انڈسٹریز اور احمد کنکریٹ لمیٹڈ کا تعاون حاصل رہا۔ ان کے اس تعاون سے **بیان القرآن** سی ڈیز کے دس ہزار سیٹ (بیس ہزار سی ڈیز) تیار کیے گئے۔ جس میں لاگت کی نصف رقم ان دونوں sponsors نے ادا کی اور باقی کی قیمت خریدار نے۔ اس طرح **بیان القرآن** سی ڈیز کا یہ سیٹ صرف 20 روپے میں فروخت کے لیے دستیاب کیا گیا۔ لاہور کی ایک معروف ایڈورٹائزنگ کمپنی AD SELLS نے ہماری اس اسکیم کے تین عدد billboards شہر میں اہم مقامات پر لگائے' جن کا response الحمد للہ اس قدر زبردست رہا کہ یہ دس ہزار سیٹ صرف سات دن کے اندر اندر فروخت ہو گئے۔ اس اسکیم سے مختلف کمپنیوں اور دکانداروں نے بھی استفادہ کیا اور انہوں نے اپنے clients کو عید کارڈز کی جگہ بیان القرآن سی ڈیز ارسال کیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ بہترین تحفہ اور حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔ عید کارڈ تو لوگ ضائع کر دیتے ہیں مگر یہ تحفہ تو ہمیشہ کام آئے گا۔ ان شاء اللہ!

عید گفٹ پراجیکٹ رمضان المبارک 2005:

ان شاء اللہ اس سال بھی رمضان المبارک میں اس مہم کو بہتر اور زیادہ بڑے پیمانے پر چلانے کا ارادہ ہے۔ **بیان القرآن** سی ڈیز گزشتہ سال کی طرح discounted قیمت میں فروخت کے لیے مہیا کی جائیں گی تاکہ لوگ ان کو عید کارڈ کی بجائے تحفہ کے طور پر دیں۔

☆ اس مرتبہ سی ڈیز کی تعداد کا ٹارگٹ ایک لاکھ سیٹ (دو لاکھ سی ڈیز) رکھا گیا ہے۔

☆ **بیان القرآن** سی ڈیز سیٹ کی اصل قیمت فروخت 60 روپے ہے جبکہ اس اسکیم کے تحت دو سی ڈیز کا یہ سیٹ صرف 20 روپے میں فروخت کیا جائے گا۔

اس پراجیکٹ کے لیے اسپانسر حضرات جلد از جلد رابطہ کریں!

☆ اسپانسر شپ کی رقم نقد یا بذریعہ کراس چیک بنام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، درج ذیل پتے پر جمع کرائی جا سکتی ہے۔

رابطہ: **آصف حمید**، ناظم شعبہ سمع وبصر' قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ پاکستان

فون: 0300-9479584 (042)5869501-03 ای میل: info@tanzeem.org

پاکستان کی سیاست میں آمریت

پاکستان کی سیاست جو درحقیقت آمریت ہی کی ایک مکروہ شکل ہے کی نقاب کشائی پر مشتمل مشتاق احمد یوسفی کی ایک شگفتہ اور سدا بہار تحریر ''آب گم'' سے اقتباس

پاکستان کی افواہوں کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ سچ نکلتی ہیں۔ یہ عمل دس گیارہ سال تک جاری رہے تو حساس آدمی کی کیفیت سیسمو گراف کی سی ہو جاتی ہے' جس کا کام ہی زلزلوں کے جھٹکے ریکارڈ کرنا اور ہمہ وقت لرزتے رہنا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری سیاست کا قوام ہی آتش فشاں لاوے سے اٹھا ہے۔

دن رات ہے اک زلزلہ تعمیر میں میری

لیڈر خود غرض' علما مصلحت بیں' عوام خوف زدہ اور راضی برضائے حاکم' دانش ور خوشامدی اور ادارے کھوکھلے ہو جائیں (رہے ہم جیسے لوگ جو تجارت سے وابستہ ہیں تو: کامل اس فرقۂ تجار سے نکلا نہ کوئی) تو جمہوریت آہستہ آہستہ آمریت کو راہ دیتی چلی جاتی ہے۔ پھر کوئی طالع آزما آمر ملک کو غصب ناک نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ تیسری دنیا کے کسی بھی ملک کے حالات پر نظر ڈالیے۔ ڈکٹیٹر خود نہیں آتا۔ لایا اور بلایا جاتا ہے۔ اور جب آجاتا ہے تو قیامت اس کے ہم رکاب آتی ہے۔ پھر وہ روایتی اونٹ کی طرح بدوؤں کو خیمے سے نکال باہر کرتا ہے۔ باہر نکالے جانے کے بعد کھسیانے بدو ایک دوسرے کا منہ نوچنے لگتے ہیں۔ پھر ایک نایاب بلکہ عنقا شے کی جستجو میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اپنے سے زیادہ غبی اور تابعدار اونٹ تلاش کر کے اسے دعوت دینے کے منصوبے بنانے لگتے ہیں تاکہ اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اپنے خیمے میں رہ سکیں۔ اور آقائے سابق الانعام یعنی پچھلے اونٹ پر تبرا بھیج سکیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ڈکٹیٹر سے زیادہ مخلص اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس معنی میں کہ وہ خلوصِ دل سے یہ سمجھتا ہے کہ ملک وملت سے جس طرح ٹوٹ کر وہ محبت کرتا ہے اور جیسی اور جتنی خدمت وہ تنِ تنہا کر سکتا ہے' وہ پوری قوم کے بُوتے کا کام نہیں۔ وہ سچ مچ محسوس کرتا ہے کہ اس کے جگر میں سارے جہاں کا درد ہی نہیں' درماں بھی ہے۔ نیز اسی کی ذاتِ واحد خلاصہ کائنات اور بلا شرکتِ غیرے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ لہٰذا اس کا ہر فرمان بمنزلۂ صحیفۂ سماوی ہے۔

آتے ہیں غیب سے یہ فرامیں خیال میں

اس میں شک نہیں کہ اس کے پاس ان لا مسائل (Non-issues) اور فرضی قضیوں کا نہایت اطمینان بخش حل ہوتا ہے جو وہ اپنی جودتِ طبع سے کھڑے کرتا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اخباری معمے (کراس ورڈ) بنانے والوں کی طرح پہلے وہ بہت سے حل اکٹھے کر لیتا ہے اور پھر اپنے ذہنِ معما ساز کی مدد سے ان سے آڑھے ترچھے مسائل گھڑتا چلا جاتا ہے۔

رائے کی قطعیت اور اقتدار کی مطلقیت کا لازمی شاخسانہ یہ کہ وہ بندگانِ خدا سے اس طرح خطاب کرتا ہے جیسے وہ سب پتھر کے عہد کے وحشی ہوں۔ اور وہ انہیں ظلمت سے نکال کر اپنے دورِ ناخدائی میں لانے اور بن مانس سے آدمی اور آدمی سے انسان بنانے پر مامور من اللہ ہے۔ وہ ہمہ وقت اپنی ''سیسہ پلائی'' ہوئی دیوار سے خطاب کرتا رہتا ہے مگر قدِ آدم حروف میں اس پر لکھا ہوا نوشتہ اسے نظر نہیں آتا۔ مطلق العنانیت کی جڑیں دراصل مطلق الانانیت سے پیوست ہوتی ہیں۔ چنانچہ اوامر و نواہی کا انحصار اس کی جنبشِ ابرو پر ہوتا ہے۔ انصاف کی خود ساختہ ترازو کے اونچے نیچے پلڑوں کو' اپنی تلوار کا پاسنگ' کبھی اس پلڑے اور کبھی اس پلڑے میں ڈال کر' برابر کر دیتا ہے۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

ایسی سرکار دولت مدار کو بدولت مدار کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ نقلِ کفر' کفر نہ باشد' مرزا عبدالودود بیگ تو (جو ابتدا میں ہر حکومت کی زور شور سے حمایت اور آخر میں اتنی ہی شد و مد سے مخالفت کرتے ہیں) ایک زمانے میں اپنے کان پکڑتے ہوئے یہاں تک کہتے تھے کہ اللہ معاف کرے میں تو جب اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے رجیم سے یہی regime مراد ہے! نعوذ باللہ۔ ثم نعوذ باللہ۔

پھر جیسے جیسے امورِ سلطنت پر وفورِ تمکنت اور ہوسِ حکمرانی غالب آتی ہے' آمر اپنے ذاتی مخالفین کو خدا کا منکر اور اپنے چاکر ٹولے کے نکتہ چینوں کو وطن کا غدار اور دین سے منحرف قرار دیتا ہے۔ اور جو اس کے دستِ آہن پوش پر بیعت میں عجلت سے کام نہیں لیتے ان پر اللہ کی زمین کا رزق' اس کی چھاؤں اور چاندنی حرام کر دینے کی بشارت دیتا ہے۔ ادیبوں اور تلامیذ الرحمٰن کو شاہی مطبخ کی بریانی کھلا کر یہ بتلاتا ہے کہ لکھنے والے کے کیا فرائض ہیں اور نمک حرامی کسے کہتے ہیں۔ وہ یہ جانتا ہے کہ ادب اور صحافت میں ضمیر فروش سے بھی زیادہ مفید مطلب ایک اور قبیلہ ہوتا ہے جسے مافی الضمیر فروش کہنا چاہیے۔ اس سے وہ تصدیق کراتا ہے کہ میرے عہد میں اظہار و ابلاغ پر کوئی قدغن نہیں۔ مطلب یہ کہ جس کا جی چاہے' جس زمین اور جس بحر میں قصیدہ کہے۔ قطعاً کوئی روک ٹوک نہیں۔ بلکہ وزن' بحر اور عقل سے خارج ہو تب بھی ہم حارج نہیں ہوں گے۔ با متثالِ امر' قصائدِ نو کے انبار لگ جاتے ہیں۔

روز اک تازہ قصیدہ نئی تشبیب کے ساتھ

جیسے اور دَور گزر جاتے ہیں' یہ دَور بھی گزر گیا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے خوف زدہ اور چڑھتے سورج کی پرستش کے اتنے عادی ہو گئے تھے کہ سورج ڈوبنے کے بعد بھی سجدے میں پڑے رہے کہ نہ جانے پھر کب اور کدھر سے نکل آئے۔ کبھی کسی نے کولی بھر کے زبردستی کھڑا کرنا چاہا بھی تو معلوم ہوا کہ کھڑے نہیں ہو سکتے۔ جوڑ بند سب اکڑ کر رہ گئے ہیں۔ اور اب وہ اپنے تمام معمولات اور فرائض منصبی و غیر منصبی حالتِ سجودی ہی میں ادا کرنے کے عادی و خوگر ہو گئے ہیں۔

یہ ''ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا۔''

ارجنٹائن ہو یا الجزائر' ترکی ہو یا بنگلہ دیش یا عراق و مصر و شام' اس دَور میں تیسری دنیا کے تقریباً ہر ملک میں یہی ڈراما کھیلا جا رہا ہے۔ سیٹ' مکالمے اور ماسک کی وقتی اور مقامی تبدیلیوں کے ساتھ۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

فریضۂ حج کی اہمیت

عازمین حج کے لیے ضروری اور مفید ہدایات

تحریر: چودھری شاہ محمد
ترتیب و تہذیب: پروفیسر یونس جنجوعہ

حج ارکانِ اسلام میں سے ہے۔ جس طرح نماز اور روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے اسی طرح صاحب استطاعت مسلمان پر حج کرنا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بہت بڑی کوتاہی ہے کہ آدمی دیگر دنیاوی ضرورتوں کو ترجیح دیتے ہوئے حج کی ادائیگی میں تاخیر کرتا رہے۔ مثلاً رقم تو موجود ہے مگر مکان بنانا ہے یا بچوں کی شادیاں کرنا ہیں یا ملازم ہے تو وہ اپنی ریٹائرمنٹ کا انتظار کر رہا ہے کہ ملازمت سے فارغ ہو کر حج کو جاؤں گا۔ یا ایک شخص کے پاس حج پر جانے کے لئے وسائل تو موجود ہیں مگر وہ حج کو موخر کیے جا رہا ہے کہ اور رقم جمع ہو جائے تو بیوی کو بھی ساتھ لے کر جاؤں۔ یہ سارے عذر نامعقول ہیں۔ جس طرح نماز کا وقت آنے پر ہر مسلمان مرد و عورت پر نماز پڑھنا فرض ہے اور ماہ رمضان شروع ہو جائے تو روزہ رکھنا لازم ہے اسی طرح جو مرد یا خاتون صاحب حیثیت ہے اور اس کو کوئی عذر شرعی مانع نہیں تو اُسے فوراً حج کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔ اس میں تاخیر کی ہرگز اجازت نہیں۔ بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ مقدر میں ہوا تو حج کرلیں گے یا جب اللہ بلائے گا حج پر چلے جائیں گے یہ سب مہمل باتیں ہیں جب حج فرض ہو گیا تو اب اُس کی ادائیگی کا ارادہ کرنا' باضابطہ کوشش کرنا یعنی حج کے لئے درخواست جمع کرانا تو اپنے اختیار میں ہے آگے قرعہ اندازی ہو تو اس میں نام نہ نکلے تو اور بات ہے ایسی صورت میں بندہ پر الزام نہ آئے گا۔ مگر استطاعت ہوتے ہوئے کسی نامعقول عذر کی بنا پر درخواست ہی جمع نہ کرانا حج کی ادائیگی سے پہلوتہی کرنا ہے۔ جو بہت بھاری گناہ ہے۔ اسی طرح شوہر کے لیے لازمی نہیں کہ وہ بیوی کو ساتھ لے کر جائے۔ اگر دونوں صاحب حیثیت ہیں تو دونوں جائیں ورنہ دونوں میں سے جو صاحب استطاعت ہے وہ اپنا حج دوسرے کی خاطر مؤخر نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہے جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے' وہ حج نہ کرے اس پر کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی مرے یا عیسائی۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے واسطے لوگوں پر حج فرض ہے جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھیں۔ (مشکوٰۃ)

جس طرح ہر کام کے کرنے کا ایک طریقہ اور سلیقہ ہوتا ہے اسی طرح حج کی ادائیگی کے بارے میں بھی مکمل تفصیلات اسلامی کتابوں میں مذکور ہیں۔ وہاں سے دیکھ لینا ضروری ہے یا پھر کسی عالم سے طریقہ حج کے متعلق دریافت کر لینا چاہیے تاکہ حرم پاک میں جا کر پورے آداب کے ساتھ ارکان حج کی ادائیگی کی جا سکے۔

حج کا ارادہ کرنے والے کو سفر حج پر روانہ ہونے سے پہلے سفر کی تیاری کے سلسلہ میں کچھ باتوں سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ دورانِ سفر اور قیامِ حرم کے دوران ناواقفیت کی بنا پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ اس سلسلہ میں سمجھدار اور تجربہ کار لوگ اس طرح راہنمائی کرتے ہیں۔

1۔ حج پر روانہ ہونے سے قبل کسی تربیتی کیمپ میں ضرور شرکت کریں اور وہاں دی جانے والی ہدایات کو کاپی میں نوٹ کرتے جائیں۔

2۔ حج کی کتاب بھی پڑھیں۔

3۔ درج ذیل سامان بھی ساتھ رکھیں۔

احرام کی چادریں دو جوڑے
الارام والا ٹائم پیس (مکہ سے لیں)
جگ پلاسٹک وگلاس' کپ' پلیٹ' چمچ
قلم' کاغذ' کاپی
سرہانہ' نائیلون کی چٹائی (مکہ سے لیں)
تیل' صابن' شیمپو کا سامان' ٹارچ' ٹوتھ پیسٹ' برش' پٹی نقدی رکھنے کے لیے

معلم اور ان کے کارندوں کی ہدایات پر عمل کریں اور ان سے تعاون کریں۔
سعودی سرکاری کارندوں کے احکامات پر عمل کریں۔
کھانا اعتدال سے کھائیں' ٹھنڈے مشروبات کا استعمال نہ کریں۔
زیادہ سے زیادہ آب زمزم پیا کریں۔

پابندی احرام

خوشبو نہ استعمال کریں' ولایتی صابن استعمال نہیں کرنا۔
میل نہ اتاریں
بال نہ توڑیں نہ کنگھی کریں۔
کسی جاندار جوں یا چیونٹی کو نہ ماریں' شکار نہ کریں۔
لڑائی جھگڑا' گالی گلوچ نہ کریں اور غصہ میں نہ آئیں۔
برداشت کریں' صبر کریں۔ گھاس یا پتہ وغیرہ بھی نہ توڑیں۔
اپنے کاغذات فوٹو اپنے پاس رکھیں۔ پاسپورٹ' ٹکٹ PIA رسید بنک تصویر والی' پیلا کارڈ خانہ کعبہ میں آنے جانے والے دروازہ کا نام اور نمبر یاد رکھیں۔

پنکھا ہاتھ والا۔
نائلون کی ڈوری' چوٹیاں' سیفٹی پن 12 عدد۔
سوئی دھاگہ' بٹن' قینچی' چاقو' نالے پانی' نالہ۔
ٹشو پیپر کے 2 رول
3 جوڑ شلوار قمیص
2 جوڑے شلوار قمیص سفید
3 عدد بنیان جیب لگوالیں
2 تولیے 1 عدد بڑا + 1 عدد چھوٹا
2 جوڑے احرام (خواتین کے لیے زنانہ احرام کوٹ نما)
2 جوڑے ہوائی چپل
1 جوگر سیر کے لیے' ایک جوتا پہننے کے لیے
1 جوڑا جراب' رومال' ٹوپی
سردیوں میں سویٹر یا واسکٹ
تھیلا کپڑا برائے جوتی
2 تھیلیاں چھوٹی برائے کنکریاں
2 عدد بیڈ شیٹ
1 گرم چادر یا کھیس

گم ہونے یا علیحدگی کی حالت میں ایک دروازہ متعین کرلیں جہاں ساتھی انتظار کریں
منیٰ میں خیمہ اور اس کے اردگرد گلیوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں
بیت الخلاء میں صفائی کا خاص خیال رکھیں۔
بہتر ہے کھانا خود نہ پکائیں۔
ایک ڈش 3 سے 4 آدمیوں کے لیے کافی ہے۔ ریسٹورنٹ بہتر ہے کافی پاکستانی ریسٹورنٹ ہیں۔
اعتدال سے کھائیں۔
ٹیلی فون رعایتی وقت میں کریں۔
کمرہ میں بھی نقدی اور چیک سنبھال کر رکھیں۔
غسل خانہ کی پانی کی ٹونٹی احتیاط سے کھولیں۔ خاص طور پر طہارت خانہ عورت اکیلی نہ جائے۔
حکومت کی جانب سے دیئے گئے کڑے سنبھال کر رکھیں۔
وہاں سے تولنے والا اسپرنگ خرید لیں۔ جس کے ساتھ اپنے سامان کا وزن کرتے رہیں۔
بڑا تھیلا خرید لیں واپسی کے لیے کمبل' زیور آخر میں خریدیں۔ مسجد نبوی میں عورت اکیلی نہ جائے۔
مسجد نبوی میں عورتوں کے داخلہ کے دروازہ کے باہر طہارت خانہ نمبر یاد کر لیں اور وہاں ایک دوسرے کا انتظار کریں۔
سعودی حکومت کی طرف سے عائد پابندیوں پر سختی سے عمل کریں۔

❀ ❀ ❀

ایڈز سے بچاؤ کی تدبیر!

مکرمی! ''ایڈز'' جیسے موذی مرض سے بچاؤ کے سلسلے میں حکومت مسلسل کئی سالوں سے ریڈیو ٹی وی اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ عوام سے اپیل کر رہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی رفیقہ حیات تک محدود رکھیں' دوسری طرف حکومت کی تمام پالیسیاں اس ''اپیل'' پر عوامی عمل کو مشکل سے مشکل تر بنا رہی ہیں۔ مخلوط درس گاہوں اور مخلوط دفاتر کو ایک منظم طریقہ سے فروغ دیا جا رہا ہے۔ ریل گاڑیوں میں مردوں اور عورتوں کی نشستیں یکجا کر دی گئی ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی میں نوجوان لڑکیوں کی بھرمار ہے اور مخلوط رومانی ڈرامے دکھائے اور سنائے جا رہے ہیں۔ شفا خانوں میں مرد ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر اور نرسیں دن کو بھی اور رات کو بھی مل کر ڈیوٹیاں دیتے ہیں۔ ان حالات میں اور ایسے ماحول میں مردوں کا ''صرف اور صرف اپنی رفیقہ حیات تک محدود رہنا'' از حد مشکل ہے۔ ''ایڈز'' کا مرض پوری دنیا میں پھیلتا جا رہا ہے۔ لاکھوں انسان اس مرض کی لپیٹ میں آ چکے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ آزاد صنفی میل جول ہے۔ اس آزاد مرد و زن کے میل ملاپ کو روکے اور جنسی اشتعال انگیزیوں کو ختم کئے بغیر اس قسم کی سرکاری اپیلوں کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اگر مردوں کو واقعی صرف اور صرف اپنی رفیقہ حیات تک محدود رکھنا مقصود ہے تو انہیں غیر عورتوں کی قربت سے دور رکھنا ہوگا' ان کے جنسی جذبات کو بھڑکانے والے تمام عوامل کو ختم کرنا ہوگا۔ ہم مردوں کو پاکیزہ ماحول دیں گے تو ان کے اندر پاکیزہ جذبات بھی پیدا ہوں گے اور اس طرح شوہر بیویوں کے وفادار اور حق شناس رہیں گے۔

(سید مظہر علی ادیب)

نوائے سروش

عبدالمالک ملتانی

تھا قلم کا وہ دھنی اور شاعری کا شہ سوار
خدمتِ دیں کے لیے اس نے چنا یہ راہوار

فکرِ رومی اور غزالی کا رہا وہ خوشہ چیں
تھا جمال الدین افغانی کا وہ ہی جانشیں

دشمنوں کی ساری چالوں سے وہ خود آگاہ تھا
کارواں کے واسطے گویا چراغِ راہ تھا

اس نے بتلایا کہ بامقصد ہے ایسی شاعری
فہمِ قرآں میں اگر ہو رہ نما پیغمبری

نغمہ گر تھا گرمیٔ خونِ رگِ جاں کے لیے
تازیانہ تھا کلام اس کا مسلماں کے لیے

صرف گزرے دور کی کہتا نہ تھا بس داستاں
آنے والے کل کی بھی صورت وہ کرتا تھا عیاں

یوں بیاں کرتا تھا حالِ زار وہ اسلام کا
پردۂ الفاظ میں منظر کشِ ایّام تھا

وہ دکھاتا تھا رُخِ تاریخ کے سب پیچ و خم
جسم پر اُمّت کے لگتے آئے ہیں جو بھی زخم

دین و ملّت کے بہی خواہوں کو تھا وہ جانتا
اور غداروں کو بھی تھا خوب وہ پہچانتا

''ننگِ ملت' ننگِ دیں' ننگِ وطن'' ان کو کہا
ایسے ہر کردار کے سب وصف گنواتا رہا

زندگی بھر پستیٔ اُمّت کا غم اس کو رہا
شعر میں حکمت کی باتوں کا سدا پَر تَو رہا

ابتدا میں تھا وطن کی سرزمیں پر وہ نثار
پھر فضیلت ہوگئی ملّت کی اس پر آشکار

اتحادِ عالمِ اسلام کا بن کر نقیب
بکھرے اجزاء کو وہ لانا چاہتا تھا پھر قریب

جانتا تھا وہ زبانوں اور زمیں کے نام پر
ملّت بیضا کا شیرازہ ہوا ہے منتشر

اک نیا بُت بن گیا ہے اب زمانے میں وطن
جو لباس فاخرہ اس کا' وہ ہے دیں کا کفن

گرد سے رنگ و نسل کی ہیں جو بوجھل بال و پر
قصد ہے ممکن حرم کا صرف اس کو جھاڑ کر

گو زبانوں پر ہر اِک کے دعویٰ اسلام ہے
دل میں اب ایماں کہاں' ایمان کا بس نام ہے

لب پہ ہے توحید' دل میں ہیں مگر لاکھوں صنم
بُت شکن بننے کو اب تیار ہیں ملّت میں کم

اب زمیں کے' نسل کے' رنگوں' زبانوں کے' ہیں بُت
ہیں قبیلوں کے' وطن کے' اور انسانوں کے بُت

ایک رب ہے' اک نبیؐ ہے' اک حرم' قرآن ایک
کیوں نہ ہو پائے پھر آخر صاحبِ ایمان ایک؟

تھی اسی گتھی کو سلجھانے کی اُس کو جستجو
اک لڑی میں تھی پرونے کی انہیں بس آرزو

وہ بتاتا تھا کہ کیا ہوتی ہیں مومن کی صفات
ہوں مسخر جن سے دل' جن سے مسخر کائنات

جہدِ پیہم کا وہ دیتا تھا مسلماں کو پیام
چاہتا تھا پھر سے مل جائے اسے کھویا مقام

اس کے نغموں میں حرارت' زندگی میں تھی ترنگ
دامنِ امید اس کا ہو سکا ہرگز نہ تنگ

اس کا کہنا تھا کہ صدیوں سے ہے اُمّت میں جمود
ہو نہ گر حرکت تو ہے بیکار اور مردہ وجود

دینِ فطرت تو سراسر ہے پیامِ رستخیز
گر زمانہ می نہ سازدٗ با زمانہ می ستیز

نت نئے فتنوں کا ورنہ روز ہی ہوں گے شکار
چیرہ دستی کا زمانے کی نہ ہوگا پھر شمار

گھپ اندھیروں میں جلا کر خونِ دل سے کچھ چراغ
وہ دکھاتا تھا ہمیں زخمِ جگر' سینے کے داغ

وقف تھے اُمّت کی خاطر اس کے سارے روز و شب
تھا قلم اس کا رواں' دل بے سکوں' بے چین لب

اپنی حد تک وہ قلم کا حق ادا کرتا رہا
قوم کے غم میں وہ ہر پل' جیتے جی مرتا رہا

کاروانِ شوق کا وہ قافلہ سالار تھا
اور کلامِ نازک اس کا تیغ کی اک دھار تھا

فکر میں غلطاں رہا' دل میں لیے ملّت کا درد
اس کے جذبوں کو نہ کر پائی کوئی تدبیر سرد

دوسروں تک کرتا رہتا تھا یہ غم وہ منتقل
چھیڑتا رہتا تھا وہ مضرابِ ہستی مستقل

تھی یہی کوشش کہ اُمّت جاگ جائے ایک بار
پائے پھر اقصائے عالم میں وہ کھویا اعتبار

ایک ہی خواہش تھی اس کی' ایک ہی اس کی دعا
ہو نہ ماضی کی محبت' قلبِ مسلم سے جدا

اس کے دل میں ورثۂ اسلاف کی تکریم تھی
مختلف پہلو سے اس کی بس یہی تعلیم تھی

یاد دلواتا تھا سب کو وہ یہی بھولا سبق
جو بنا بنیادِ ملّت اور حصارِ دینِ حق

جان لیں سب' ان کی ہستی ملّتِ بیضا سے ہے
ورنہ خاکِ رہگزر صحرا میں جو بکھری رہے

جوڑ کر اینٹوں کو بنتی ہے عمارت پائیدار
ریت کے ذروں کو کوئی بھی نہیں کرتا شمار

''فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے' تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں''

بقیہ: **اداریہ**

ملکی سطح پر اقتدار مل گیا تو اسلامی نظام اُن کی ترجیح ہوگا یا عہدوں کی بندر بانٹ پر سب کچھ قربان کر دیا جائے گا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ جو جمہوریت اور انتخابی عمل ترقی یافتہ ممالک کو خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں کرنے میں معاون و مددگار ہے وہ ہمارے لیے کیوں ضرر رساں ثابت ہو رہا ہے۔ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ منافقت ہمارے قومی جسد میں خون کا جز بن کر سرایت کر چکی ہے۔ اس منافقت کو ختم کرنے کے لیے انقلابی عمل کی ضرورت ہے۔ اس انقلابی عمل کے ذریعے پہلے پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے اور پھر اسلامی روح کے عین مطابق جمہوری نظام اور انتخابی عمل وضع کیا جائے۔ وگرنہ ہمارا معاملہ بقول غالب "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کی حقیقی تعبیر بن جائے گا۔

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست: ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:
- **FA** (Arts Group)
- **FA** (General Science)
- **I.Com** (Banking/Computer)
- **ICS** (Math+Stat+Computer Science)
- **BA** (Ecomomics+Maths)
- **BA** (Other Combination)

25 اگست سے 24 ستمبر تک لیٹ فیس کے ساتھ داخلے جاری ہیں

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج 191 اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور ☎: 5833637

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

13'14'15 نومبر (اتوار' پیر' منگل)

بمقام: فردوسی پارک' موضع دراجکے (سادھوکی) منعقد ہوگا۔

المعلن: ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ گُردے ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ ☆ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

النصر لیب: 950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

ضرورت رشتہ

☆ 25 سالہ (ایم ایس سی) بیٹی کے لیے دینی مزاج پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ راولپنڈی کے رہائشی تحریکی ذہن کے حامل برخوردار کو ترجیح دی جائے گی۔
برائے رابطہ: 0333-5528396

☆ 26 سالہ نوجوان قد 6 فٹ ملٹو سے گریجویشن اور کیمرج سے ماسٹر کیا ہوا' کے لیے دراز قد دوشیزہ کا رشتہ چاہیے۔ رابطہ: مسز خان
0321-9415365 5711105

☆ 38 سالہ ڈاکٹر کشمیری فیملی کے لیے پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
مسز سمیع شاہ جمال: (042)7588700

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ہم بحیثیت قوم اور مسلم امہ کتنے زیادہ بے حس ہو چکے ہیں اس کا اندازہ بعض اوقات دوسروں کی خبروں سے ہوتا ہے۔

پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں کئی دفعہ یہ مہم چل چکی ہے کہ اسرائیل اور اس کو سہارا دینے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بائیکاٹ کیا جائے اور انکی مصنوعات استعمال نہ کی جائیں، لیکن اس کا کبھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ایک حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ کہ ظالم اور مظلوم کی مدد کرو۔ پوچھا گیا حضورﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے۔ فرمایا اس کا ہاتھ روک کر۔ تاکہ وہ ظلم سے باز رہے۔ آج ہم اس قدر شقی اور پتھر دل ہو چکے ہیں کہ نہ ظالم کی مدد کرتے ہیں اور نہ مظلوم کی۔

ڈان، 12 اگست کے اخبار میں سان فرانسسکو سے آمدہ ایک خبر کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے:

امریکن پریسبائیٹیرین چرچ نے پانچ بڑی امریکن کارپوریشنز پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ اسرائیل کے فلسطین پر قبضہ میں مدو معاون ہیں، اس لیے وہ ان کمپنیوں سے اپنی اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری کے اخراج کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔ گزشتہ ایک سال سے چرچ کونسل ان کمپنیوں سے مذاکرات کر رہی ہے۔ تاکہ وہ ان کمپنیوں کے ذمہ داران کو اسرائیل میں اپنے مفادات کو سمیٹنے پر آمادہ کر سکیں۔ اسرائیل میں ان کے کاروبار معصوم اور مظلوم فلسطینیوں کی تکالیف میں اضافہ کا باعث ہیں اور امن قائم کرنے میں رکاوٹ کا سبب بن رہے ہیں۔ چرچ کونسل کا کہنا ہے کہ اگر یہ مذاکرات ناکام ہو جاتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا سرمایہ چرچ کے مشن کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ اس صورت میں ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا کہ ہم اپنا سرمایہ ان کمپنیوں سے نکال لیں۔ چرچ نے پہلی بار ان پانچ بڑی کمپنیوں کے نام لئے ہیں: بھاری بھر کم مشینری بنانے والی مشہور کمپنی کیٹر پلر، مواصلات کی مشہور کمپنی موٹرولا، ملٹری کنٹریکٹر یونائیٹڈ ٹیکنالوجیز، الیکٹرانک مصنوعات کی کمپنی آئی ٹی ٹی انڈسٹریز، اور مشہور عالمی بینک سٹی گروپ۔ یہ تمام کمپنیاں اسرائیلی افواج کو رسد فراہم کرتی ہیں۔ چرچ کونسل کے ترجمان کے بقول انہوں نے ان کمپنیوں کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کمپنیاں اگر اپنا طرز عمل درست کر لیں تو امن کے عمل میں پیش رفت ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ وہ ان کمپنیوں میں حصہ دار ہونے کے ناطے اپنے آپ کو قصور وار سمجھتی ہیں۔

اس رپورٹ کے تناظر میں ہمیں اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہیے، اور ایک لمحے کو رک کر ذرا غور کریں کہ ہم کس کس طرح اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

رفقاء متوجہ ہوں

مبتدی اور ملتزم رفقاء کے لیے ہفت روزہ تربیت گاہوں

کا آغاز ان شاء اللہ

18/ ستمبر 2005 بروز اتوار نماز عصر

سے مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں ہوگا۔

پہلے سے طے شدہ سالانہ شیڈول کے مطابق یہ اس سال کی آخری تربیت گاہیں ہیں۔ لہٰذا وہ ملتزم و مبتدی رفقاء جو ابھی تک متعلقہ تربیت گاہوں میں شرکت نہیں کر سکے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں اپنی شرکت کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ، سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلو میٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے، نئے قالین، عمدہ فرنیچر، صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے، اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن جی ٹی روڈ، امانت کوٹ، مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056، ہوٹل: 0946-835295، فیکس: 0946-720031

مصر میں صدارتی انتخابات

7 ستمبر کو مصر کی تاریخ میں پہلے صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں جس میں دس امیدوار بشمول صدر حسنی مبارک ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔ صدر مبارک قومی جمہوری جماعت کے نمائندے ہوں گے۔ ان کے طاقتور معاصرین میں وفد جماعت کے نعمان گما اور الغزہ جماعت کے ایمان نور نمایاں ہیں۔ فی الوقت مصر میں انتخابی مہم زوروں پر ہے۔ حسنی مبارک اپنی ''امید پرستانہ خارجہ پالیسی'' پر زور دے رہے ہیں جو مصر کو امریکا سے قریب کرتی ہے۔ نور نے وعدہ کیا ہے کہ وہ صدر بن کر بے ایمانی کا خاتمہ کریں گے' ملازمتیں پیدا کر کے افراط زر ختم کریں گے۔ نعمان نے بھی مصری عوام سے کئی وعدے کیے ہیں۔

اس سال کے اوائل میں ایک آئینی شق کے باعث مصر کی مقبول اسلامی جماعت ''اخوان المسلمین'' اپنا نمائندہ کھڑا نہیں کر سکی۔ ویسے بھی اس پر برسوں سے پابندی لگی ہوئی ہے' تاہم پچھلے چند برس سے وہ زیر زمین رہ کر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے رہی ہے۔ دراصل مصر میں حزب اختلاف کو کھل کر کبھی کام کرنے نہیں دیا گیا' اس لیے وہاں سرکاری جماعت ہی کا زور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 7 ستمبر کے صدارتی انتخابات میں حسنی مبارک کی جیت یقینی ہے۔

مصر کی عوامی اسمبلی میں 454 نشستیں ہیں۔ ایک مشاورتی کونسل بھی ہے جس کی 264 نشستیں ہیں۔ دونوں کے ارکان انتخابات کے ذریعے منتخب کیے جاتے ہیں' تاہم کچھ کا تقرر صدر کرتا ہے۔

7 ستمبر کے صدارتی انتخابات مصری تاریخ میں اس لحاظ سے اہم ہیں کہ ان کے بعد مصر میں حزب اختلاف باقاعدہ طور پر جنم لے لے گی۔ جب وہ آہستہ آہستہ طاقت پکڑ جائے گی' تو مصر میں جمہوری عمل کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا اور تب اُمید ہے کہ اخوان المسلمین پر سے بھی پابندی ہٹالی جائے گی جو صحیح معنوں میں عوامی جماعت ہے۔

صدر حسنی مبارک پچھلے 24 برس سے آمرانہ انداز میں مصر پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے ملک میں کم از کم جمہوریت کو پنپنے دیں۔

عراق کا آئین نہیں بن سکا

عراقی رہنماؤں نے اپنے ملک کا نیا آئین 15 اگست تک مکمل کر لینا تھا' مگر ان کے مابین گہرے اختلافات کے باعث ایسا نہیں ہو سکا۔ دراصل سنی رہنماؤں کو اس کی بعض شقوں پر اعتراض ہے جب کہ شیعہ رہنما ان کو ہٹانے کے لیے تیار نہیں۔ اگر دونوں کے مابین اتفاق نہ ہو سکا' تو پھر ایک ریفرنڈم کے ذریعے عراقی عوام سے کہا جائے گا کہ وہ مجوزہ آئین کو قبول کریں یا مسترد کر دیں۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ ریفرنڈم کی صورت میں سنی رہنماؤں کو آئین قبول نہیں ہوگا۔

عراق میں تین بڑے گروہ ہیں...... شیعہ' سنی اور کرد۔ آئین کے سلسلے میں شیعہ اور کرد متحد ہیں' کیونکہ دونوں اپنے اپنے علاقوں کی زیادہ خود مختاری چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ انہیں اپنے علاقوں کے تیل کی آمدنی سے بھی حصہ ملے۔ دوسری طرف سنی پرانا نظام حکومت برقرار رکھنا چاہتے ہیں جس میں مرکزیت بغداد کو حاصل ہے۔

دوسری طرف آئین نہ بن سکنے کے باعث امریکیوں میں عراق کو اپنی فوج کی موجودگی کھلنے لگی ہے۔ ایک حالیہ جائزے کے مطابق امریکا میں بش کی حمایت صرف 40 فیصد رہ گئی ہے' جو جنگ شروع ہونے سے قبل 65 فیصد تک جا پہنچی تھی۔

اس وقت عراق میں امریکا کے ایک لاکھ اڑتیس ہزار فوجی متعین ہیں۔ اس کے دیگر اتحادیوں کی افواج بھی موجود ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر فوراً امریکی افواج عراق سے نکل گئیں' تو وہاں متحارب گروپوں کے درمیان فسادات ہونے کا قوی امکان ہے۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ عراق کا فوجی نظم و نسق اقوام متحدہ کی امن فوج کے حوالے کر دیا جائے اور عراقیوں کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے وطن کے مستقبل کا فیصلہ خود کریں۔

جدیدیت کے خلاف انڈونیشی علماء کے فتوے

انڈونیشیا میں دنیا میں سب سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ دیگر اسلامی ممالک کی طرح وہاں بھی جدیدیت اور آزاد خیالی کی ایسی لہر چل پڑی ہے جس سے بیشتر مسلمان متاثر ہو رہے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس لہر کے دامن میں فحاشی' شراب نوشی اور زنا جیسی قبیحات بھی موجود ہیں' جو اسلامی اقدار اور اس کے پاکیزہ معاشرے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہیں۔ اس لہر کا سختی سے راستہ روکنے کے لیے انڈونیشیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم' انڈونیشین علماء کونسل کے علمائے کرام نے جدیدیت اور آزاد خیالی (لبرل ازم) کے خلاف فتوے دیے ہیں۔ ان فتوؤں کے باعث وہاں ایک بحث سی چل پڑی ہے۔

جاری ہونے والے گیارہ فتوؤں میں مختلف امور زیر بحث لائے گئے ہیں۔ مثلاً ایک فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ جس طرح بعض مفکرین آزاد خیالی' لادینیت اور پلورل ازم (Pluralism) کے سہارے اسلامی قوانین کی تشریح کر رہے ہیں' وہ غلط اور اسلام کے خلاف ہے۔ ایک فتویٰ کے ذریعے مسلمانوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ عبادت نہ کریں۔

انڈونیشیا کی اسلامی جماعتوں' نہضۃ العلماء اور محمدیہ سے وابستہ علماء نے اگرچہ درج بالا فتوؤں کے سلسلے میں اپنے تحفظات کا اظہار بھی کیا ہے۔ بہرحال انڈونیشیا کے زیادہ تر علماء ان فتوؤں سے متفق ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اب آزاد خیالی کے جراثیم ختم نہ کیے گئے' تو انڈونیشی اسلامی معاشرے میں سڑانڈ پیدا کر دیں گے۔

سکے کا دوسرا رخ

پچھلے دنوں اسرائیلی حکومت نے غزہ کی پٹی سے یہودی آبادکاروں کی بستیاں ہٹائیں تو مغربی ذرائع ابلاغ نے یہود کے اس اقدام کی تعریف میں زمین کے قلابے ملا دیے اور ہر ممکن کوشش کی کہ اسرائیل کو امن پسند ملک قرار دیا جائے۔ نیز اس بات کو بھی اچھالا گیا کہ اسرائیلی فوج نے بزور جبر یہودی آبادکاروں کو نکالا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلیوں نے جس بے رحمی اور ظلم سے فلسطینیوں کو اپنے وطن سے دربدر کر رکھا ہے' اس کے سامنے یہودی آبادکاروں کے مسائل معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ لاکھوں فلسطینی اب بھی خیموں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ انہیں زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں' انہیں ان کے زرخیز کھیتوں سے محروم کر دیا گیا اور مجبور کیا گیا کہ وہ خانہ بدوشوں کی طرح صحراؤں میں رہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ کی آنکھوں سے یہ سچائی پوشیدہ کیوں ہے؟

حقیقتاً غزہ اور مغربی کنارے میں آباد یہودی آبادکاروں کو دوسری جگہوں پر پلاٹ دیے گئے ہیں اور انہیں وہاں سہولتیں مثلاً بجلی اور گیس وغیرہ زیادہ دستیاب ہیں۔ لہٰذا شطرنج کی چال کے مانند چند آبادیوں کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل کر دینا مسئلے کا حل نہیں' واحد حل یہ ہے کہ فلسطینیوں کو ان کا وطن واپس کر دیا جائے۔

running away from living by the basic principles of Islam and the super fascists turning democracy into super-fascism. The super fascists know that living by Islam means, for example, saying no to interest-based dealings. Imagine if Muslims say a big "no" today and withdraw from the global financial system. The capitalist bubble may not last until tomorrow. This is just one aspect of how living by Islam can pull the rug from underneath the feet of super-fascism.

If no one lives by Islam, it can never be established into an alternative to super-fascism.That's why the super-fascists' main objective is to degrade Islam.For example, since 7/7, New York Times has run a few pieces that one could never expect from it before. Earlier General Boykin said Muslim worship "an idol." Now Friedman tells the world, "Muslims are raised with the view that Islam is God 3.0, Christianity is God 2.0, Judaism is God 1.0, and Hinduism is God 0.0 "[2]: the same Boykin kind of war lord mentality, just expressed in different words.

The loss of dignity among Muslims is not enough to enrage Muslims to the extent of blowing innocent people around. The fear of losing the global superiority and determination to further consolidate the Fascist Word Order (FWO) is good enough to turn many into joining super-fascism: killing their own people at home to justify war abroad.

We can understand their oppressive measures at home to avoid any voices of dissent. We can understand protection of the Saudi and other gulf autocrats for ensuring cheap supply of oil. We can understand but not approve the continued support to the oppressive regime of Israel for its acting like a cop in the Middle East. But when leaders of the US and UK, who never get tired boasting their civilization and values, just indiscriminately kill more than 150,000 people and occupy two countries on the basis of pure lies, to every sane mind they have to be in the grip of a dangerous super-fascism - dangerous to their countries and to the world.

How does that happen? MSNBC's reporter Alex Johnson writes how Bush undergo conversion to evangelicalism, which is called the "'born-again' experience described in John 3:3, when a sinner undergoes an intense conversion during a personal interaction with the Holy Spirit, often Jesus Himself."[3]

Bush "has often said he was pointed on the path to God after a discussion with evangelist Billy Graham in 1985.' In Bush's words: "Over the course of that weekend, Reverend Graham planted a mustard seed in my soul, a seed that grew over the next year. He led me to the path, and I began walking. It was the beginning of a change in my life. I had always been a 'religious' person, had regularly attended church, even taught Sunday School and served as an altar boy. But that weekend my faith took on a new meaning. It was the beginning of a new walk where I would commit my heart to Jesus Christ."

The secret of this story is in that conversion to extremist Christianity - and so is part of the crisis in the US. The Zionists and Neo-cons complete other parts of super-fascism along with the ideas that brought about these conversions. If not stopped by other Americans, the super fascism will end up converting every person to the amalgamation of racial and civilizational supremacism, religious extremism, and hegemonic totalitarianism. It would convert the world's great country into a real cult of death.

Notes:

[1] See: FWO and the impending bloodbath, ICSSA, July 17, 2005.

[2]Thomas Friedman, "The Poverty of Dignity and Wealth of Rage," The New York Times, July 15, 2005.

[3] Ibid Thomas L. Friedman.

[4] Alex Johnson, "Bush -- born again, or not?" MSNBC, Sept. 28, 2004.

Also See: FWO and the impending bloodbath

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

داخلہ جاری ہے

برائے انٹرمیڈیٹ و بی اے کلاسز

☆ دینی ذہن رکھنے والے گھرانوں کی بچیوں کے لیے تعلیمی و تربیتی مرکز

☆ قابل اور کوالیفائیڈ فیکلٹی

☆ باپردہ ماحول اور دینی تعلیم و تربیت کی اضافی سہولت

☆ لاہور بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشنیں

☆ قریبی علاقوں سے ٹرانسپورٹ کی سہولت

78' سیکٹر A-1' ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 5114581

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.32

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

The "death cult" or Super Fascism

What made the young Muslims, raised in this society, do this? This is the question which the complicit Western media is thrusting on public mind after the recent London bombing.

Bush, Blair and their fellow war lords have a pre-conceived answer for this question: Muslims are "in the grip of a dangerous cult" of the "poisonous misinterpretation of Islam."

Alright! Like the 9/11, let us put aside all relevant information and necessary questions and play the war lords' game. Let us pick on Islam, Muslims and their suicidal tendency before it is confirmed that Muslim suicide bombers were responsible. Let us jump to the conclusion and discuss, why did Muslims do this, even if they didn't.

Western public is told that Muslims do this in the name of religion. When we ask: Is it the Qur'an or Hadith that tells them to do so? We are told: "No, Islam is a great religion. They act like this because of a cult of misinterpretation."

Alright! Lets us move forward and ask: So what exactly are Muslims misinterpreting? Is it that blowing themselves irrationally, and killing women and children and all innocent people for no reason at all is dear to Allah and He will reward Muslim with 70 virgin in heaven after their successfully blowing themselves from limb to limb?

None of the war lords can show the public any such a misinterpreted message of Islam anywhere in the alleged "Jihadi" literature, let alone in the Qur'an and Hadith. It means, the source of inspiration and motivation for violence against US, UK and Israel must be lying somewhere else.

An impartial analysis reveals that it is not some kind of inspiration due to misinterpretation of Islam, but depression and desperation as a result of the lies and double standards of those who have exploited freedom and democracy to the extent of turning it into something worse than a death cult. Cult leaders die with the rest of cult members. They don't kill those who are not part of the cult. But the super-fascists of our age live peacefully while putting the future of humanity at stake.

Unlike the cult phenomenon, the super-fascists prefer to live and rule the world. For realizing their totalitarian designs, they don't mind lying, cheating and killing their own people at home as well as through sending them abroad for invasions and occupations. Killing hundreds of thousands of aliens, who do not share their religious faith, culture totalitarian ideologies, is not even as much as a pinprick for their dead conscience.

Since Islam doesn't approve killing of innocent civilians and no sane person can ever leave all his own loved ones behind and go on a mission to kill innocent loved ones of others, it must be something far serious than the myth that these individuals are suffering from "a poverty of dignity and wealth or rage."

The perpetrators could be Muslims. But they are definitely not inspired by religion or its misinterpretation. They are the product of a reaction to the super-fascism of their age. The unique kind of self-identity of this fascism is that it is the most civilized, advanced and superior civilization. Accordingly, the super fascists consider starving 1.8 million innocent people to death, half of them children, as a price worth realizing their totalitarian designs of transforming the Muslim world in their image.

The leaders of this most insidious form of fascism have repeatedly lied to the whole world and then went on to kill 128,000 people and committed the worst ever crimes against humanity without feelling the slightest of shame or remorse that normal human beings feel even for making minor mistakes.

The super fascism sees only part of the reality. For example, it is easy for the leading fascists to publish an opinion piece in the New York Times to blames 1.2 billion Muslims for being raised with a supremacist concept of God,[1] after the death of 50 people in London. However, these war lords do not have any explanation for the curse of misinterpreted freedom and democracy of Bush and Blair, who have set new records of crimes against humanity.

The problem of the super fascists is that they are proud of their military might, economic power and technological advancement, yet they feel enraged when others point to their feet of clay. Socially dead and morally bankrupt, they are not accepted as moral leaders of the world.

Technology, economy and military industrial complex are not alternatives to peaceful and contended human societies. Furthermore, they see an impending collapse of their capitalist order and feel scared of the rise of Islam because the long lasting infrastructure, technology and superior weaponry are neither signs of a superior civilization, nor have these factors ever kept a people on top without a superior ideology and benevolent deeds.

No matter how inferior Muslims must feel today, the decadence in the Muslim world is not because of Islam. It is because of the Muslims'